امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 63/73
مورخہ ۱۶؍ربیع الاول ۱۴۴۵ھ مطابق ۲؍اکتوبر ۲۰۲۳ء روز سوموار
شمارہ نمبر: 37

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، حکایات اہل دل
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات......
- انسانیت کی سربلندی میں......
- سیکولرازم اور دستور ہند......
- اسلامی تعلیم اداروں کو ان کے......
- جی ۲۰ کانفرنس سے ملک کو کیا ملا
- اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

تبرکات

آخری نبی ﷺ کی آخری امت

مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

نبی کریم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے خاتم الانبیاء ہو کر تشریف لائے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی دوسرا نبی قیامت تک آنے والا نہیں ہے اور امتِ محمدیہ بھی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دنیا کی آخری امت ہونے کی حیثیت سے قیامت تک نمائندہ رہے گی، اس لئے قرآن پاک اور احادیث نبویؐ میں اس امت کا لقب خاتم الامم ہے، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کو آخرین کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جس کے معنی پچھلوں کے ہیں: "ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ" (واقعہ ع) ایک چھوٹا گروہ اگلوں میں اور ایک چھوٹا گروہ پچھلوں میں۔

اس سے معلوم ہوا کہ امتِ محمدیہ کے بعد کوئی نئی امت پیدا نہ ہوگی اور یہ کہ کوئی نیا نبی قیامت تک آنے والا نہیں ہے، احادیث میں بھی اس کی تصریحات موجود ہیں، صحیح بخاری میں ہے کہ انبیاءؑ کی ان امتوں کی مثال مزدوروں کی ہے، اللہ تعالیٰ نے پہلے یہود کو مزدوری پر رکھا تو انہوں نے ظہر تک کام کیا پھر چھوڑ دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابھی تو دن باقی ہے، مگر وہ نہ مانے، پھر نصاریٰ کو مزدور مقرر کیا، انہوں نے عصر تک مزدوری کر کے کام پر آمادہ نہ ہوئے عصر کے بعد مسلمانوں کو مزدوری بخشی تو انہوں نے مغرب تک کام کر کے انجام تک پہونچایا اور پوری مزدوری پائی، یہ حدیث بعض الفاظ کے اختلاف کے ساتھ بخاری وترمذی وموطأ وحاکم وغیرہ حدیث کی کئی کتابوں میں ہے،(بخاری، کتاب الاجارات)

اس حدیث میں دن سے مراد زمانہ ہے، اس سے واضح ہے کہ امتِ مسلمہ آخری امت ہے، صحیح بخاری کتاب التعبیر میں اُوپر کی حدیث کی یہ شرح ہے: "نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ" ہم ہیں سب سے پچھلے لوگ اور سب سے آگے۔ یعنی ظہور کے لحاظ سے تو دنیا کی تمام امتوں میں سب سے پیچھے ہیں، لیکن اجر وثواب میں قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے، حدیث کا یہ ٹکڑا مستدرک حاکم، بیہقی اور نسائی میں بھی ہے، ابن ماجہ میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم سب سے آخری امت ہیں" غرض ان آیات واحادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ امتِ محمدیہ دنیا کی آخری امت ہے، کیوں کہ وہ آخری نبی کی امت ہے۔

ان احادیث کی روشنی میں ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کاتب تقدیر نے جلی حرفوں میں لکھ دیا کہ اب انسانیت کی رہنمائی کے لئے دامن نبوت محمدی کے علاوہ کوئی جائے پناہ نہیں ہے، کیونکہ انسان اپنے شعور کی پختگی اور عقلی بلوغت کی اس منزل میں پہونچ چکا ہے، جہاں وہ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ بن سکے اور پوری امت آپ کی دعوت ہر جگہ پہنچا سکتی ہے۔

اہل دنیا کی بے راہ روی جو خون بہانے اور فساد برپا کرنے والی فطرت انسانی کا نتیجہ ہے اور جس کا اندیشہ فرشتوں نے روزِ اول ظاہر کر دیا تھا وہ کسی خاص زمانہ کے لئے یا خاص مقام کے لئے مخصوص نہیں ہے، ہمیں جاہلیت عرب کی تاریخ معلوم ہے، انسانی جانوں کی بے قدری، مال کی ہوس، بے رحمی اور شقاوت کے وہ قصے جن کی تصویر ہمارے سیرت نگار فراخ دلی کے ساتھ پیش کرتے ہیں، وہ بلاشبہ دل ہلا دینے والے اور ضمیر انسانی کو جھنجھوڑنے والے اور غیرت بشری کو شرم دلانے والے ہیں، ہم اس واقعہ کو نہیں بھول سکتے جس کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے کہ ایک شخص پیش گاہ نبویؐ میں حاضر کیا گیا وہ اپنے فعل پر شرمندہ تھا اور تائب ہو کر آیا تھا، جب اس نے بیان کیا کہ میرے گھر ایک بیٹی پیدا ہوئی تو میری بیوی نے اس کو میری نظر سے پوشیدہ رکھا، جب وہ ذرا بڑی ہوئی اور میری نظر پڑ گئی تو مجھے پیاری لگی اور میں نے بھی چشم پوشی سے کام لیا اور اس کو زندہ درگور کرنے میں جلدی نہیں کی، یہاں تک کہ وہ اور ذرا بڑی ہوئی اور میرا دامن پکڑ کر چلنے لگی تو مجھے محسوس ہوا کہ اب یہ بڑی ہوتی جا رہی ہے اور اگر ابھی دفن نہیں کیا تو شاید آئندہ مجھ سے یہ کام نہ ہو سکے، میں اس کو لے کر آبادی سے باہر نکل گیا اور اس کو دفن کرنے کے لئے زمین کھودنے لگا، زمین کھودتے وقت میرے پاؤں پر کچھ مٹی گر گئی تو...... وہ بچی اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے میرے پیر صاف کرنے لگی "یابت التراب علی رجلك" اے ابا جان! آپ کے پاؤں پر مٹی پڑ رہی ہے، میں نے گڈھا کھودنے کے بعد اس بچی کو زبردستی اندر گرا دیا اور مٹی سے بند کرنے لگا اور اس کی چیخ کانوں میں آتی رہی، یہاں تک کہ جب میں وہاں سے چلا ہوں تو دور تک اس کی آواز "یابت یابت... آ رہی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر کانپ اٹھے اور اس شخص سے کہا: "کیف طاب لك ان تحشوا التراب علی ابنتك" یہ کہہ کر آپؐ نے منہ پھیر لیا، اس زمانۂ جاہلیت کی اخلاقی پستی کی سب سے سچی اور نازک تصویر وہ ہے جو قریش ہی کے ایک فرزند اور مکہ کے اصلی اور قدیم ساکن جعفر ابن ابی طالب نے نجاشی کے سامنے پیش کی تھی اور اس وقت کی عربی معاشرت اور جاہلی کردار کا نقشہ کھینچا تھا، ان کا بیان یہ تھا: "اے بادشاہ! ہم جاہلیت والی قوم تھے، بتوں کی پرستش کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، ہر طرح کی بے حیائی کرتے تھے، رشتوں کو توڑتے تھے، پڑوسی کے ساتھ بُرا سلوک کرتے تھے اور طاقتور کمزور کو کھاتا تھا" بیشک اس وقت دنیا کی یہی حالت تھی اور یہ حالت مطالبہ کر رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی رحمت مبعوث ہو، وہ انسان کو آگ کے کنارے سے ہاتھ پکڑ کر رحمت الٰہی کے سایہ میں لے آئے۔

یہ اخلاقی گراوٹ کیا اسی زمانہ کے ساتھ مخصوص تھی، ایسا نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اخلاقی زوال کا سلسلہ اب تک چلا آ رہا ہے اور صرف شکلیں بدل گئی ہیں، پہلے لوگ اونٹ کی پیٹھوں پر بیٹھ کر راستہ طے کرتے تھے، پائیدل قافلے بنا کر چلا کرتے تھے اور اب فضا کے دوش پر پرواز کر رہے ہیں، اخلاقی گراوٹ بھی ہر جگہ کی مقامی تھی، مگر بعد میں آنے والے زمانہ میں کوئی برائی مقامی نہیں رہی، کوئی بیماری مقامی نہیں رہی، فضائی سفر کی سہولتوں نے دنیا کو ایک شہر یا قصبہ بنا دیا، جس کو GLOBAL VILLAGE کہتے ہیں، کرۂ ارض ایک گاؤں بن کر رہ گیا ہے، شر وفساد کا کاروان کبھی گھوڑوں اور اونٹوں پر سفر کرتا تھا، اب ہوائی جہازوں سے راستہ طے کرتا ہے، ایک مرض ایڈس کا لاطینی امریکہ میں ظاہر ہوا، دوسرے روز وہ ہانگ کانگ اور آسٹریلیا میں پہونچ گیا، اسلحے ضرور بدل گئے ہیں، مگر خوں ریزی وہی ہے جو پہلے تھی، بلکہ اس سے زیادہ ہے، پہلے ایک قبیلہ میں یہ گناہ ہوتا تھا کہ بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے اور اب ذبح کرنے کے آلات بدل گئے ہیں، سات اور آٹھ سال کی بچیاں بانکوک BANKKOK کے جسم فروشی کے اڈوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور امریکی فوج کے درندے اس کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں جو زندہ درگور کرنے سے زیادہ المناک ہے، آپ ایک انفرادی واقعہ سن کر کانپ جاتے ہیں اور آج رات دن ڈھڑتے سے اس سے زیادہ المناک اور بھیانک طریقوں پر انسانیت ہلاک کی جا رہی ہے۔

یہ حالات جن سے ہم اور آپ گذر رہے ہیں وہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ سیرت رسولؐ اور اسلامی تعلیمات کے ذریعہ ان کی دادرسی کی جائے، آج آئے دن جہیز کم لانے پر دلہنیں جلائی جا رہی ہیں، کیا یہ جرم اس سے کم ہے، جب کہ باپ اپنی بیٹی کو زندہ دفن کر دیتا تھا، عقل کو ماؤف کرنے والی اَدویہ اور رگ وپے کو مفلوج کرنے والی شرابیں جو کلب اور ناچ گھروں میں چل رہی ہیں کیا وہ جاہلیت اولیٰ کے شر وفساد سے کم ہیں؟ کہا جاتا ہے کہ عرب قوم اتنی ضدی اور انتقام کی خوگر تھی کہ چالیس چالیس سال تک دو قبیلے باہم ایک دوسرے کے درپئے آزاد ہوا کرتے تھے، آج صلیبی جنگوں کے انتقام کی آگ صدیاں گذرنے کے بعد بھی ٹھنڈی نہیں ہوئی ہے۔

میرے عرض کرنے کا مدعا یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کے عطا کردہ اصول مساوات وحریت، اصول زیست باہمی، انسان دوستی کے سبق کو دہرانا کسی کہانی یا افسانہ کا اعادہ نہیں ہے، بلکہ وہ آئینہ ہے، جس میں عصر حاضر کا بھیانک چہرہ دیکھا جا سکتا ہے اور نبوت محمدی کا چراغ آج بھی اس تاریکی کو روشنی سے بدل سکتا ہے، جس طرح اس نے آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے بدلا تھا۔

اچھی باتیں

"جس طرح ابلتے پانی میں کبھی کوئی تصویر نہیں دکھتی، اسی طرح پریشان دل ودماغ سے مسائل کا کوئی حل بھی نہیں دکھتا، پُرسکون ہو کر سوچیے کبھی مسائل کا حل نکل آئے گا ☆ اپنے خلاف باتیں خاموشی سے سن لیجیے، یقین جانیے وقت بہترین جواب دیتا ہے ☆ جیب میں وزن ہو تو باتوں کا وزن بڑھ جاتا ہے پھر آپ کی بکواس کو بھی لوگ غور سے سنیں گے ☆ وقت کے ساتھ چلنا کوئی ضروری نہیں ہے، سچ کے ساتھ چلیے ایک دن وقت آپ کے ساتھ چلے گا ☆ مانا دنیا بُری ہے، سب جگہ دھوکہ ہے، ہم تو اچھے بنیں ہمیں کس نے روکا ہے۔" (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

"سترہویں لوک سبھا کا یہ خصوصی اجلاس اس اعتبار سے ممتاز رہا کہ پہلی بار اجلاس میں کارروائی ملتوی کرنے کی نوبت نہیں آئی، لوک سبھا کی بیٹھک اکتیس گھنٹے (31) سے زیادہ وقت تک چلی، جب کہ اس کا وقت بائیس گھنٹے پینتالیس منٹ ہی متعین کیا گیا تھا، گویا کم وبیش آٹھ گھنٹے ایوان میں زیادہ کام ہوا، جس کا مطلب ہے 137 فی صد زیادہ کام ہو پایا، راجیہ سبھا میں اکیس گھنٹے پینتالیس منٹ کام کرنا تھا، لیکن اس کی کارروائی ستائیس گھنٹے چوالیس منٹ چلی، اس طرح یہ پہلا موقع تھا کہ سترہویں پارلیامنٹ میں ایسا شور وغوغا یا واک آوٹ نہیں ہوا کہ ایوان کی کارروائی روکنی پڑے۔ (پربھات خبر 23-9-2023)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

حرص وبخل سے بچئے

''اور وہ ان لوگوں سے محبت رکھتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور مہاجرین کو جو کچھ دیدیا جائے، اس سے اپنے دل میں کوئی خلش نہیں رکھتے، اگر چہ خود فاقہ سے دوچار ہوں، اپنے اوپر ان کو ترجیح دیتے ہیں اور جو شخص اپنی طبیعت کو حرص وبخل سے بچالیا، وہی لوگ کامیاب ہیں'' (سورہ حشر، آیت:۹)

مطلب: قرآن مجید کی ان آیات میں انصار مدینہ کے حسن اخلاق کی تعریف وتحسین کی گئی کہ جب مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے چند صحابہ تشریف لائے تو انصار مدینہ نے اپنا سب کچھ ان کے لئے پیش کردیا، زمین وجائداد کو نصفا نصف تقسیم کردیا، اپنے مکانوں، دکانوں اور کاروبار میں شریک کرلیا، باغات کے آدھے پھل سالانہ ان کو دئے تھے، ان کے ایثار وقربانی کا جذبہ یہ تھا کہ چاہے وہ خود فاقہ سے دوچار ہوں، لیکن اپنے مہاجر بھائیوں کی مدد سے ان کا دل خوش ہوتا تھا، اس طرح انہوں نے انسانیت وشرافت کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ قرآن کریم نے انہیں انسانیت کا اعلیٰ نمونہ قرار دیا، اس کے بعد جب اللہ رب العزت نے ان مہاجرین کو وسعت عطا کی تو انہوں نے بھی انصار مدینہ کے احسانات کی مکافات میں کمی نہیں کی، امام زہری لکھتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے جہاد سے کامیابی کے ساتھ فارغ ہوکر مدینہ واپس ہوئے تو اس غزوہ میں مسلمانوں کو کثرت سے مال غنیمت حاصل ہوا، مہاجر صحابہ نے حضرات انصار کے سب عطایا کا حساب کر کے ان کو واپس کردیا، اللہ رب العزت نے ان صحابہ کرام کے اعلیٰ اخلاقی کردار اور آپسی انس ومحبت کا تذکرہ کرنے کے بعد عام ضابطہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچ گئے وہی لوگ اللہ کے نزدیک فلاح وکامیابی پانے والے ہیں، کیونکہ حرص وطمع اور بخل وکنجوسی دونوں معاشرتی زندگی کے لئے نقصاندہ ہیں، حریص طبیعت کا آدمی ہمیشہ مال ودولت کو جمع کرنے کے لئے تگ ودو کرتا رہتا ہے اور اسی کو زندگی کا مقصد جانتا ہے، جس کے نتیجہ میں اس کا دل ذکر اللہ سے خالی ہوجاتا ہے، اس پر غفلت کا پردہ پڑجاتا ہے، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ ''بخل بہت سی بد اخلاقیوں کی جڑ ہے، خیانت، بددیانتی، بے مروتی، بعض دفعہ بے رحمی، بدسلوکی اور دنائت بھی اس سے پیدا ہوتی ہے، حرص، طمع، لالچ، تنگ نظری، کم ہمتی، پست طبعی اور بہت سی برائیاں اسی جڑ کی مختلف شاخیں ہیں، اسلام آیا تو جھوٹ کے بعد سب سے پہلے اسی جڑ پر اس نے کلہاڑی ماری اور بھوکوں کو کھانا کھلانا، ننگوں کو کپڑا پہنانا محتاجوں کو دینا، یتیموں کی خبرگیری اور مقروضوں کی امداد مسلمانوں کا ضروری قرار دیا (ج:۶) تاکہ انسانی معاشرہ میں سب کو پھلنے پھولنے اور ترقی کے مواقع فراہم ہوں، ماضی کی تاریخ بتلاتی ہے کہ جن قوموں میں حرص اور بخل کی بیماری لاحق ہوئی اس نے پورے سماج کو تباہ وبرباد کردیا، مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بخل وحرص سے بچو اس لئے کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کردیا، اسی بخل نے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آپس میں خون ریزی کریں اور انہوں نے حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھ لیا (کتاب البر والصلۃ) اس لئے امت داعی کے لئے لازم وضروری ہے کہ وہ ان بیماریوں کے ہرگز شکار نہ ہوں اور اللہ نے جو بھی نعمتیں عطا کی ہیں، ان پر صبر وشکر بجالائیں، محنت ومزدوری کے ذریعہ کسب حلال کی جدوجہد کریں اور اللہ سے تعلق کو مستحکم بنائے رکھیں۔

دو اشخاص قابل رشک ہیں

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو باتوں میں رشک کرنا جائز ہے، ایک تو اس شخص کے بارے میں جسے اللہ تعالیٰ نے مال ودولت کی نعمت کی ہو اور وہ اس دولت کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہو اور دوسرے اس شخص کے بارے میں جس کو اللہ نے علم وحکمت اور دانائی عطا کی ہو اور وہ اس کے ذریعہ لوگوں کے فیصلے کرتا ہو اور حکمت کی تعلیم دیتا ہو'' (بخاری شریف)

وضاحت: اگر اللہ نے کسی شخص کو علم وحکمت کی نعمت اور مال ودولت یا کوئی دوسری دینی ودنیاوی وجاہت عطا فرمائی اور ان کو دیکھ کر اگر کسی دوسرے شخص کے دل میں ان نعمتوں کے حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہو کہ مجھے بھی ایسی نعمت عطا ہو جو فلاں کو عطا ہوئی، اس کو عربی میں غبطہ اور اردو میں رشک کہتے ہیں اور یہ کوئی بری چیز نہیں ہے، کیونکہ اس سے مومن بندہ کے اندر نیک جذبہ ابھرتا ہے، تاکہ وہ بھی مالداروں کی طرح غربا ومساکین میں خیر وخیرات کر کے اللہ سے قربت حاصل کرے، یا حکمت ودانائی کے ذریعہ لوگوں کے ایمان وعقیدہ کو مضبوط اور پختہ کرنے کا جذبہ ہو تو یہ بھی قابل قدر اور صد افتخار جذبہ اور آرزو ہے، حدیث پاک میں اس طرح کے جذبے کی تعریف کی گئی ہے، لیکن اگر دوسرے سے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کے زوال کا متمنی ہو کہ خدا اس سے یہ نعمت چھین لے اور حسد کا اظہار کرنے لگے تو یہ نہایت ہی ناپسندیدہ اور گھٹیا عمل ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر حسد سے بچنے کی ہدایت فرمائی، اس سے معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ اخلاقی حیثیت سے حسد نہایت خطرناک چیز ہے، اسی وجہ سے اللہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ہر مسلمان کو اس کے خطرہ سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی:''ومن شر حاسد اذا حسد'' اور برا چاہنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرے، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے حسد کے تین درجے بیان فرمائے ہیں: (۱) یہ کہ ایک شخص کی صرف یہ خواہش ہو کہ دوسرے سے ایک نعمت سلب کرلی جائے، گو وہ اس کو نہ حاصل ہوسکے یا وہ اس کو خود حاصل نہ کرنا چاہے، حسد کی مذموم ترین قسم یہی ہے، (۲) دوسرے یہ کہ اس کی خواہش یہ ہو کہ وہ نعمت اس کو حاصل ہوجائے، اس صورت میں اس کا مقصود بالذات تو صرف اس نعمت کا حاصل کرنا ہوتا ہے، لیکن چونکہ بعض اوقات جب تک وہ نعمت دوسرے سے چھین نہ لی جائے، اس کو مل نہیں سکتی، اس لئے بالعوض اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ دوسرے سے سلب کرلی جائے، (۳) تیسرے یہ کہ ایک شخص خود اسی قسم کی نعمت حاصل کرنا چاہے، لیکن اس کی یہ خواہش نہ ہو کہ وہ دوسرے سے سلب کرلی جائے۔ آگے حضرت علامہؒ نے ان تینوں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا کہ ان میں پہلی صورت حسد کی مذموم ترین قسم ہے، دوسری صورت میں چونکہ زوال نعمت بالذات مقصود نہیں، اس لئے اس کو حقیقی معنوں میں حسد تو نہیں کہہ سکتے تاہم قرآن مجید میں ہے: ''اور خدا نے جو تم میں سے ایک کو دوسرے پر برتری دے رکھی ہے، اس کا کچھ ارمان نہ کرو'' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو نعمت کسی کو حاصل ہو بعینہ اس کی خواہش کرنا پسندیدہ نہیں ہے، البتہ اس کے مثل دوسری نعمت کی خواہش کرنا مذموم نہیں ہے اور تیسری صورت بالکل مذموم نہیں ہے، بلکہ دینی امور میں مستحسن ہے اور شریعت میں اس کو مسابقت کہتے ہیں (سیرۃ النبی، ج:۶) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کسی سے زوال نعمت کی تمنا کرنا ناپسندیدہ عمل ہے، البتہ اللہ سے ان نعمتوں کے لئے دعاء ومناجات کرنا اور اس کے مثل خواہش کرنا جائز ہے، لہذا مومن بندہ کو بغض وحسد اور عناد سے دل کو پاک وصاف رکھنا چاہئے، یہی مومنانہ صفت ہے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

جنازہ آتا دیکھ کر کھڑا ہونا

س: اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جب جنازہ کہیں سے گزرتا ہے تو لوگ اس وقت تک کھڑے رہتے ہیں، جب تک جنازہ وہاں سے گزر نہ جائے، اگر کوئی بیٹھا رہ جائے تو اسے معیوب سمجھا جاتا ہے، اس سلسلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

ج: ابتداء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنازہ کو آتا دیکھتے تو خود بھی کھڑے ہوجاتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی کھڑے ہوجانے کو فرماتے، چنانچہ اس تعلق سے متعدد صحیح حدیثیں موجود ہیں، مثلاً ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی جنازہ دیکھے تو اگر اس کے ساتھ نہیں چل رہا ہے تو کھڑا ہی ہوجائے، یہاں تک کہ جنازہ آگے نکل جائے یا آگے جانے کے بجائے خود جنازہ رکھ دیا جائے:''عن عامر بن ربیعة رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: اذا رأی احدکم جنازة فان لم یکن ماشیا معها فلیقم حتی یخلفها أو تخلفه أو توضع من قبل أن تخلفه'' (صحیح بخاری: ۱/۱۷۵)

لیکن بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کے خلاف ہوگیا یعنی جنازہ آتا دیکھ کر نہ خود کھڑے ہوتے اور نہ ہی کھڑے ہونے کا حکم فرماتے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ دیکھ کر کھڑے ہوتے تھے، پھر بیٹھنے لگے:''عن علی بن ابی طالب انه قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ثم قعد'' الصحیح لمسلم، کتاب الجنائز: ۱/۳۱۰)

مسند احمد میں قدرے تفصیل ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جنازہ کی خاطر کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا، بعد میں آپ بیٹھنے لگے اور ہمیں بھی بیٹھنے کا حکم دیا:''مسعود بن الحکم الزرقی انه سمع علی بن ابی طالب برحبة الکوفة وهو یقول: کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم امرنا بالقیام فی الجنائز ثم جلس بعد ذالک وامرنا بالجلوس'' (مسند احمد: ۲/۵۷: ۶۲۳)

اسی طرح حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے اور جب تک جنازہ قبر میں اتار نہ دیا جاتا بیٹھتے نہ تھے، پھر آپ کے پاس سے ایک یہودی عالم کا گزر ہوا تو اس نے کہا ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، اس کے بعد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے رہنے لگے اور فرمایا: مسلمانو! تم بھی بیٹھے رہو اور ان کے خلاف کرو:''عن عبادة بن الصامت قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقوم فی الجنازة حتی توضع فی اللحد فمر به حبر من الیهود فقال هکذا نفعل، فجلس النبی صلی اللہ علیه وسلم وقال اجلسوا، خالفوهم'' (السنن لابی داؤد: ۲/۴۵۲، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازة)

ان ہی احادیث کی بنیاد پر حضرات فقہاء کرام نے فرمایا کہ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کا حکم پہلے تھا، بعد میں منسوخ ہوگیا، لہذا اسے سنت یا لازم نہیں سمجھنا چاہئے اور جو لوگ کہیں بیٹھے ہوں اور ان کا ارادہ جنازہ کے ساتھ جانے کا نہ ہو تو انہیں جنازہ دیکھ کر کھڑا نہ ہونا چاہئے:''ولایقوم من فی المصلیٰ لها اذا رآها قبل وضعها ولا من مرت علیه هو المختار، وما ورد فیه منسوخ، زیلعی (الدر المختار) قوله (وما ورد فیه ای من قوله صلی اللہ علیه وسلم اذا رأیتم الجنازة فقوموا لها حتی تخلفکم او توضع... قوله (منسوخ) ای بما رواه ابو داؤد وابن ماجه والطحاوی من طرف عن علی قام رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ثم قعد ولمسلم بمعناه'' (رد المحتار: ۳/۱۳۶، باب صلاة الجنازة)

میاں بیوی میں سے کسی کے انتقال کے بعد ایک دوسرے کو دیکھنا وغیرہ

س: اگر شوہر کا انتقال ہوجائے تو بیوی اس کو دیکھ سکتی ہے اور غسل وکفن دے سکتی ہے یا نہیں؟ اسی طرح اگر بیوی کا انتقال ہوجائے تو شوہر اس کو دیکھ سکتا ہے، غسل دے سکتا ہے، جنازہ کو کاندھا دے سکتا اور اور قبر میں اتار سکتا ہے یا نہیں؟

ج: عورت کے انتقال کی صورت میں نکاح ختم ہوجانے کی وجہ سے شوہر اس کے حق میں اجنبی مرد کے حکم میں ہوجاتا ہے، اس لئے شوہر کا اپنی فوت شدہ بیوی کو غسل دینا جائز نہیں ہے، البتہ اس کا چہرہ دیکھنا، جنازہ کو کاندھا دینا اور محارم کے ساتھ یا محارم کی غیر موجودگی میں اسے قبر میں اتارنا جائز ودرست ہے۔

اور شوہر کے انتقال کی صورت میں عدت ختم ہونے تک بیوی چوں کہ اس کے نکاح میں رہتی ہے، اس لئے اسے اپنے فوت شدہ شوہر کو چھونا، اس کو دیکھنا اور غسل دینا شرعاً جائز ہے:''ویمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر الیها علی الاصح...... وهی لاتمنع من ذالک'' (الدر المختار) قوله: (وهی لاتمنع من ذالک) ای من تغسیل زوجها دخل بها اولا'' (رد المحتار: ۳/۹۰) ''وفی البدائع: المرأة تغسل زوجها، لان اباحة الغسل مستفادة بالنکاح فتبقی مابقی النکاح والنکاح بعد الموت باق الی ان تنقضی العدة، بخلاف ماذا ماتت فلایغسلها لانتهاء ملک النکاح لعدم المحل فصار اجنبیا'' (رد المحتار: ۳/۹۱) ''ذو الرحم المحرم اولیٰ بادخال المرأة من غیرهم کذا فی الجوهرة وکذا ذو الرحم غیر المحرم اولیٰ من الاجنبی فان لم یکن فلاباس للاجانب وضعها کذا فی البحر الرائق'' (الفتاوی الهندیة: ۱/۱۶۶)

عورت کا غیر محرم میت کا چہرہ دیکھنا

س: کیا میت کا چہرہ دیکھنا ضروری ہے، بالخصوص عورتوں کا غیر محرم مرد کا چہرہ دیکھنا؟

ج: میت کا چہرہ دیکھنا کوئی لازم وضروری نہیں ہے، جائز ہے دیکھ سکتے ہیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دیکھنے کے بعد ہی اسے کفن میں لپیٹنا:''عن انس بن مالک رضی اللہ عنه قال قبض ابراهیم بن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لهم النبی صلی اللہ علیه وسلم: لاتدرجوه فی اکفانه حتی انظر الیه'' (ابن ماجه، ص: ۱۰۶، باب ماجاء فی النظر الی المیت اذا ادرج فی اکفانه) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان کے رخ انور سے چادر ہٹا کر ان کی زیارت کی، بوسہ لیا پھر رونے لگے:''فکشف عن وجهه ثم اکب علیه فقبله ثم بکیٰ الخ'' (صحیح البخاری: ۱/۱۶۶، باب الدخول علی المیت بعد الموت)

لیکن میت اگر عورت ہو تو غیر محرم مرد کے لئے اس کا دیکھنا اسی طرح اگر مرد ہو تو غیر محرم عورت کے لئے اس کا دیکھنا جائز نہیں ہے، اس سے احتراز ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر 37 مورخہ ۱۶/ربیع الاول ۱۴۴۵ھ مطابق ۲/اکتوبر ۲۰۲۳ء روز سوموار

رمیش بدھوری کی بے ہودگی

ہندوستان میں پارلیامنٹ اور راجیہ سبھا وہ جگہ ہے جہاں کچھ بھی بے ہودگی کر لیجئے، بول دیجئے، دستور کی دفعہ (2) 105 کے تحت ہندوستان کی عدالت میں کوئی مقدمہ نہیں چل سکتا، ان بے ہودگیوں پر قابو پانے کے لیے سارا اختیار دفعہ 380 کے تحت اسپیکر کے پاس ہے، وہ کبھی مارشل کے ذریعہ ارکان کو پارلیامنٹ سے باہر کرتے ہیں کبھی معطل کرتے ہیں، کبھی اس کی رکنیت ختم کر دیتے ہیں، کبھی اجلاس کی کاروائی روک دیتے ہیں اور کبھی اگلے دن اور اگلی تاریخ تک اجلاس ملتوی کر دیتے ہیں، اسپیکر کی حیثیت غیر جانبدار کی ہوا کرتی ہے، وہ پارٹی کی جانب سے رکن ہونے کے باوجود اسپیکر بننے کے بعد پارٹی سے اوپر اٹھ جاتا ہے، لیکن جس طرح بھاجپا حکومت میں دوسرے کاموں میں شفافیت نہیں ہے، جمہوری اقدار دن بدن روبہ زوال ہے، ملک فاشسزم کی طرف بڑھ رہا ہے، اس کے اثرات پارلیمان پر بھی پڑ رہے ہیں، اسپیکر فیصلہ لینے میں پارٹی تحفظ کا خیال رکھ رہے ہیں، جو غیر آئینی بھی ہے اور غیر اخلاقی بھی۔

ایوان کی نئی عمارت میں چوتھے دن بھاجپا ارکان رمیش بدھوری نے اس قدر بدزبانی اور بے ہودگی کی، جس کی کوئی نظیر پارلیامنٹ کی تاریخ میں نہیں ملتی، اس نے ایوان میں بہوجن سماج پارٹی کے رکن کنور دانش علی (جو امروہہ سے رکن پارلیمان ہیں) کو دہشت گرد، کٹوا، ملا اور بھڑوا تک کہہ ڈالا، بدھوڑی کے بغل میں بیٹھے سابق وزیر صحت ہرش وردھن اور سابق وزیر قانون روی شنکر ہنس ہنس کر اس کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔ اور اس حوصلہ افزائی کے نتیجے میں بدھوری نے اس واقعہ پر سات ٹوئٹ کیا اور کسی میں اس نے معافی نہیں مانگی، وزیر دفاع راج ناتھ سنگھ نے اس واقعہ پر افسوس کا اظہار کیا، لیکن معافی کے الفاظ ان کے پاس بھی نہیں تھے، سوشل میڈیا پر جب یہ ویڈیو وائرل ہوا تو تمام سیاسی پارٹیوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور اسپیکر سے سخت کاروائی کی مانگ کی، جس کے نتیجے میں کاروائی سے وہ الفاظ ہٹا دیے گیے، اسپیکر نے بدھوری کو سخت تنبیہ کیا، بھاجپا نے پارٹی سطح پر اس کو وجہ بتاؤ نوٹس جاری کر کے پندرہ دن میں جواب مانگا، لیکن اس کو پارلیمان کے لیے نا اہل قرار نہیں دیا گیا، اس کی معطلی نہیں ہوئی، جو اسپیکر اوم پرکاش برلا کو پہلے مرحلہ میں کرنا چاہیے تھا، اس سے کہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر وہ ارکان کو باہر کا راستہ دکھاتے رہے ہیں، لیکن کیا کیجئے گا دونوں بھاجپا کے ہیں، اس لیے آقا کے چشم وابرو کے بغیر وہ سخت کاروائی نہیں کر سکتے، یہ روز روشن کی طرح عیاں حقیقت ہے، آپ کو یاد ہوگا کہ راہل گاندھی پر کاروائی میں کس قدر عجلت برتی گئی تھی، بدھوری کا یہ معاملہ اس قدر سنگین ہے کہ فوری طور پر اس کی رکنیت منسوخ کرنی چاہیے، لیکن سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا" والا معاملہ ہے، اس کے برعکس کنور دانش علی کے خلاف بھاجپا کے بے لگام لوگ الزامات لگا رہے ہیں اور گودی میڈیا حسب سابق بھاجپا کے لوگوں کے سُر میں سُر ملانے کا کام کر رہا ہے، پارلیامنٹ کی بحثیں عوامی طور پر بھی نشر ہوتی ہیں، ان الزامات کا جھوٹ ہونا سورج کی طرح روشن ہے، جو الزامات لگائے جا رہے ہیں، ان میں مودی کے خلاف غیر مہذب لفظ کا استعمال پارلیامنٹ میں رنگ کنٹری کرنے اور بدھوری کو اُکسانے کی بات کہی جا رہی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس گھیرا بندی میں کنور دانش کو ہی زد میں لے لیا جائے، مودی ہے تو کچھ بھی ہو سکتا ہے کا نعرہ اندھ بھگت یوں ہی نہیں لگایا کرتے ہیں، خبر یہ بھی ہے کہ کنور دانش علی کو جان سے مارنے کی دھمکیاں مل رہی ہیں ایسے میں کنور دانش علی کے اس بیان کو غلط نہیں کہا جا سکتا کہ ایک لنچنگ ان کا پارلیامنٹ میں ہوا اور دوسرا لنچنگ سڑکوں پر ہو جائے گا، واقعہ یہ ہے کہ اسپیکر کو اس معاملہ میں جس قدر جلد ممکن کاروائی کرنی چاہیے تھی، وہ دِکھ نہیں رہی ہے، کوئی تو ہے اس پردۂ زنگاری میں جس نے اسپیکر کو بھی بے دست و پا کر رکھا ہے۔

کینڈا کے ساتھ بگڑتے تعلقات

جی ٹوئنٹی کانفرنس کے کامیاب انعقاد کی شاباشی کا مرحلہ ابھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ ہندوستان اور کینڈا کے تعلقات میں ایسی تلخی آ گئی کہ ہندوستان نے کینڈین اعلیٰ سفارت کار کو پانچ دن کے اندر ملک چھوڑنے کو کہہ دیا اور ہندوستان آنے کے لیے کینیڈین شہریوں کو فی الحال ویزہ دینے سے منع کر دیا ہے، جس میں طلبہ بھی شامل ہیں، ہندوستان کینڈا کے وزیر اعظم جسٹن ترودو کے اس بیان سے خفا ہے جو انہوں نے کینڈین پارلیامنٹ میں دیا کہ ہمارے ایک سکھ شہری کے قتل میں ہندوستان کی خفیہ ایجنسی شریک ہے، اس بات کو انہوں نے دوبارا اپنے ملک کی پارلیمان میں کہا اور ایک بار جی-20 اجلاس کے موقع سے وزیر اعظم نریندر مودی کے سامنے رکھا، جسے وزیر اعظم نے فوراً ہی مسترد کر دیا۔

خالصتان حامی سکھ رہنما ہردیپ سنگھ نجر جالندھر ضلع کے مہر سنگھ پورہ کا رہنے والا تھا، اطلاع کے مطابق خالصتان کی حمایت کی وجہ سے وہ جعلی پاسپورٹ روی شرما کے نام بنوا کر ہندوستان سے 1997 میں فرار ہو گیا تھا اور ہندوستان نے اس کے خلاف "ریڈ کارنرس نوٹس" جاری کر رکھا تھا، اس کے باوجود کینڈا نے نہ صرف اس کو وہاں کی شہریت دے دی بلکہ "نوفلائی لسٹ" میں بھی اسے نہیں ڈالا تھا، جب کہ نجر پر درجنوں مقدمات ہندوستان میں قائم تھے، ہندوستان کا کہنا ہے کہ ہردیپ سنگھ گینگ وار میں مارا گیا۔ اس کے قتل سے ہندوستانی خفیہ ایجنسیوں کا کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ ادھر امریکہ کے نیویارک ٹائمس کا دعویٰ ہے کہ امریکہ نے نجر کے قتل کے بعد خفیہ جانکاری کینڈا کو مہیا کرائی تھی، اس کے علاوہ او پاوا نے جو جانکاری جتائی تھی اس کی بنیاد پر کینڈا نے بھارت کی خفیہ ایجنسی کے سر اس الزام کو منڈھ دیا تھا۔

ادھر ہندوستان نے کینڈا کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات خراب کرنے کے بعد قومی جانچ ایجنسی (CNIA) کو خصوصیت کے ساتھ دوسرے ملکوں میں رہ کر ہندوستانی مخالف مہم چلانے والوں پر کاروائی کرنے کو کہا ہے، جس کے نتیجہ میں انیس خالصتان حمایتیوں کی جائیداد ضبط کرنے کے ساتھ ان کا OIC کارڈ بھی رد کر دیا گیا ہے، یہ لوگ مختلف ملکوں میں رہائش اختیار کیے ہوئے ہیں۔ جو لوگ خفیہ ایجنسیوں کی کاروائی کی زد میں آئے ہیں ان میں گریون سنگھ پنو (کناڈا) پرم جیت سنگھ پمپا (برطانیہ) وادھوا سنگھ نیر عرف چاچا (پاکستان) کلونت سنگھ متھرا (برطانیہ) جے اس دھاری وال (امریکہ) سوکھ پک سنگھ (برطانیہ) ہیر یٹ سنگھ عرف رانا سنگھ (برطانیہ) سرجیت سنگھ بے نور (برطانیہ) کلونت سنگھ عرف کانتا (برطانیہ) ہرجاپ سنگھ عرف جُپی دگھ (امریکہ) رنجیت سنگھ نیتا (پاکستان) گرمیت سنگھ بگا اور گرپریت سنگھ عرف باگھی (برطانیہ) جیسمین سنگھ حکیم زادہ (یواے ای) گرجنت سنگھ ڈھلوں (آسٹریلیا) وغیرہ کے نام شامل ہیں، ان تمام کی جائیداد یواے پی اے دفعہ (5)33 کے تحت ضبط کی جائے گی۔

خالصتانی تحریک سے ہندوستان ہندوستان کی سالمیت کو ماضی میں شدید خطرہ رہا ہے، ایک زمانہ تک پنجاب اس تحریک کی وجہ سے دہشت گردی کا اڈہ بن گیا تھا، اس تحریک کے نتیجے میں ہی اندرا گاندھی کو ان کے محافظوں نے گولی مار دی تھی، اس لیے کوئی بھی محبِّ وطن اس تحریک کی حمایت نہیں کر سکتا، اس کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ دونوں ملکوں کے تعلقات استوار رکھنے میں ہی دونوں ملکوں کا فائدہ ہے، اس لیے کہ کناڈا ہندوستانی شہریت چھوڑ کر جانے والوں کی پہلی پسند بن گیا ہے، وزارت خارجہ نے اس سلسلے میں جو اعداد و شمار جاری کیے ہیں، اس کے مطابق جنوری 2018 سے جون 2023 کے درمیان سولہ لاکھ ہندوستانیوں نے کناڈا کی شہریت حاصل کی ہے، جو ترک وطن کرنے والوں کی مجموعی تعداد کا بیس فی صد ہے، ہندوستان چھوڑ کر جانے والوں کی پہلی پسند امریکہ دوسری کناڈا، تیسری آسٹریلیا اور چوتھی برطانیہ ہے، وزارت خارجہ نے یہ بھی بتایا کہ 2018 سے 2023 کے درمیان تقریباً آٹھ لاکھ چار ہزار لوگ ہندوستان چھوڑ کر ایک سو چودہ ممالک میں جا بسے ہیں، ان حالات میں دونوں ملک کے سربراہوں کو ایک دوسرے کو اعتماد میں لے کر کام کرنے کی ضرورت ہے، ہمارے وزیر اعظم نے جی-20 کانفرنس میں ملکوں کے درمیان ہم آہنگی کے فروغ کے لیے جو طریقہ بتایا تھا، اس میں اعتماد کی بحالی کو اولیت دی گئی تھی، ہمیں اس کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے۔

جنگل کی آگ

آپ نے محاورہ تو ضرور سن رکھا ہوگا کہ فلاں بات یا فلاں کی موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، اس کا حقیقی مشاہدہ کناڈا کے جنگلوں میں لگی آگ کے پھیلنے سے ہو رہا ہے، امسال گرمی میں وہاں آگ لگنے کے چونسٹھ سو (6400) واقعات پیش آئے، جس کی وجہ سے یہاں کے اٹھارہ ہیکٹیر جنگلی علاقے کے پیڑ پودے جھلس کر رہ گیے، اس آگ نے یہاں کی فضا کو اس قدر گرم کر دیا اور لوگوں کو آگ کی زد میں آنے کے خدشات اس قدر ستانے لگے کہ بیس ہزار سے زیادہ لوگ کناڈا کے مشرق شمال علاقہ کی راجدھانی سے اپنا گھر چھوڑنے پر مجبور ہو گیے، یہ آگ آسمانی بجلی کے گرنے سے لگی اور دیکھتے دیکھتے اس نے 175774 کلومیٹر کے رقبہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، اس لیے کہ تیز گرمی کی وجہ سے پیڑ پودے سوکھ گیے تھے، اور جنگلی ہواؤں نے آگ کی لپٹوں کو اس قدر پھیلایا کہ وہ بے قابو ہو کر آگے بڑھتی چلی گئی، اس طرح اس بار کے موسم گرما نے دنیا کے جنگلوں کے بڑے حصوں میں سے ایک کو خاکستر بنا کر رکھ دیا، اتنا ہی نہیں ان پیڑوں کے جلنے سے نکلنے والا دو ارب ٹن کاربن ڈائی اکسائڈ صرف کناڈا کے ماحول کو ہی متاثر نہیں کر رہا ہے، بلکہ اس کے اثرات دنیا کے دوسرے ملکوں پر بھی پڑ رہے ہیں، ایک طرف دنیا فضائی آلودگی کے خلاف مہم چلانے میں لگی ہے اور دوسری طرف جنگل کی آگ سے اس آلودگی میں خطرناک حد تک اضافہ ہو رہا ہے، اور ہم چاہ کر بھی اس جنگل کی آگ پر قابو نہیں پا رہے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترقی کے بیش بہا دعووں کے باوجود انسان آج بھی کس قدر مجبور ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قدرت وطاقت تو صرف اللہ کے پاس ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ ان اللہ علی کل شئی قدیر

دوستانہ

ہماری زندگی میں رشتوں کی بڑی اہمیت ہے، کچھ رشتے خونی ہوتے ہیں، پھر ان کی شاخیں پھیلتی جاتی ہیں، یہ رشتے قدرتی طور پر بنتے ہیں، ہمارے اختیار میں یہ بات نہیں ہوتی کہ ہم ان کو چنیں، وہ خود بخود قدرت کی طرف سے منتخب ہوا کرتے ہیں، ان میں مزاجی ہم آہنگی نہ ہو تو بھی انہیں ایڈجسٹ کر کے چلنا پڑتا ہے، ورنہ خاندان اور رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور ایک ایسی دشمنی کا آغاز ہوتا ہے جو خاندان کے افراد کو برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔

سماجی زندگی گذارنے کے لیے ہمارے پاس ایک اور رشتہ مختلف لوگوں سے ہماری پسند کے مطابق بنتا ہے، اسے ہم دوستانہ اور یارانہ سے تعبیر کرتے ہیں، یہ دوستانہ بنتا کیسے ہے، اس میں مضبوطی کس طرح آتی ہے اور یہ ٹوٹ کس طرح جاتا ہے؟ ان امور پر لوگوں کی رائے جاننے کے لیے ریسرچ فرم فیشر مینس، فرینڈ نے دو ہزار لوگوں سے رابطہ کیا، آکسفورڈ یونیورسٹی کے ڈاکٹر رابن ڈنبر نے اس کا تجزیہ کیا تو حیرت انگیز نتائج سامنے آئے، ان کے تجزیہ کے مطابق اگر آپ کو جگری دوست بنانا ہے تو تین تین گھنٹے کی گیارہ ملاقاتیں ضروری ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ کم وبیش چونتیس گھنٹے مختلف روز وشب میں آپ کو اس شخص کے ساتھ گذارنے ضروری ہوں گے، دوستوں کی لمبی قطار میں زیادہ سے زیادہ پانچ دوست ہی قلبی دوست آپ کے ہو سکتے ہیں، ایسی دوستی کی عمر انتیس سال ہو سکتی ہے، اگر آپ اپنے دوست کو مناسب وقت نہیں دے پاتے ہیں تو دوریاں بڑھ سکتی ہیں اور دوستی کا خاتمہ بھی ہو سکتا ہے۔

دوستی کے حوالہ سے کچھ اور سوالات بھی ذہن میں گردش کرتے رہتے ہیں، اور وہ یہ کہ دوستی کے لیے سب سے زیادہ ضروری کیا چیز ہے؟ سب اچھے دوست کہاں بنتے ہیں، دوستی اور یاری ٹوٹنے کی کیا وجہ ہوا کرتی ہے؟

ان سوالوں کا جواب بھی آکسفورڈ یونیورسٹی کے ڈاکٹر رابن نے تلاش لیا ہے۔ ان کے مطابق اکسٹھ (61) فی صد لوگوں کا ماننا ہے کہ اچھے دوست کی سب سے بڑی خصوصیت اس کے اندر انسانیت نوازی کا جوہر ہونا ہے، جب کہ چوالیس (44) فیصد لوگوں کے نزدیک ذہنی ہم آہنگی ہونی ضروری ہے، یہ ہم آہنگی مذہبی اور سیاسی نظریات میں ہونی چاہیے، اچھے دوست وہی ہیں جو مشکل وقت میں کام آئیں، جو ایسے وقت میں دور ہو جائیں وہ دوست بنائے رکھنے کے قابل نہیں ہیں، دوستی کے لیے بھروسہ مند ہونا بھی انتہائی ضروری ہے، دوست بنانے کے لیے سب سے اچھی جگہ وہ ہے جہاں انسان کام سے لگا ہوتا ہے، اس لیے کہ وہاں زیادہ وقت گذرتا ہے اور ایک دوسرے کے تعاون کی ضرورت بھی ہوتی ہے، جس سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے اور دل مدد کرنے والے کی طرف مائل ہوتا ہے۔

یہ کوئی نئی تحقیق نہیں ہے، ہمارے یہاں تو بہت پہلے سے کہا جاتا رہا ہے کہ "دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست در پریشاں حالی ودر ماندگی"، اسلام میں اچھے دوست کے بارے میں کہا گیا کہ جو مخلص، ہمدرد اور اسلام کی طرف راغب کرنے والا ہو، تو اگر آپ بھی کسی سے دوستی کرنا چاہتے ہیں تو صرف اللہ کے لیے کیجئے محبت بھی اللہ کے لیے اور بغض بھی اللہ کے لیے، محبت کا یہ انداز اب عنقا ہوتا جا رہا ہے، لیکن یہی اسلام کو مطلوب ہے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ ✍: مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ

حضرت مولانا محمد اسلام قاسمیؒ: یادوں کے نقوش

کیا عجب لوگ تھے گزرے ہیں بڑی شان کے ساتھ
راستے چپ ہیں مگر نقش قدم بولتے ہیں

دارالعلوم دیوبند وقف کے مایہ ناز استاذ حضرت مولانا محمد اسلام قاسمی بھی چلے گئے۔ میں نے پہلی باران کو دیوبند میں چھتہ مسجد کی گلی سے گزرتے ہوئے دیکھا تو میرا دل یہ ماننے کو تیار نہیں ہوا کہ علم وادب کا کوہ ہمالہ اس سادگی کے ساتھ جارہا ہے کہ جیسے وہ کچھ بھی نہ ہوں۔ دل ماننے کو تیار نہیں ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب میں نے دوسرے طلبا کی طرح از ہر ہند میں داخلے کے لئے قدم رکھا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ پتہ چلا کہ درویشوں کی اس بستی میں تقریبا سبھی بڑوں کا یہی حال ہے کہ وہ چھوٹوں کے جھرمٹ میں آسانی کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ ظاہری بات ہے کہ ان کے قد، علمی مرتبہ اور فکری گراف کو جانچا نہیں جا سکتا، مجھے دل وجان سے اعتراف کرنا پڑا کہ: 'ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے، ہر سرو یہاں مینارہ ہے۔

حضرت مولانا محمد اسلام قاسمی کی عملی زندگی اور سفر حیات قابل رشک اور قابل تقلید ہے، حضرت والا نہ صرف میرے استاذ تھے بلکہ مربی بھی تھے، کم وقتوں میں ان سے بہت کچھ سیکھنے وسمجھنے کا موقع ملا، وہ مجھے، بہت عزیز رکھتے تھے، رسمی تعلیم سے فراغت کے بعد جب بطور استاذ دارالعلوم دیوبند وقف میں میری تقرری ہوئی تو انہوں نے قدم قدم پر رہنمائی فرمائی، تدریس وتدریب کے ہنر سکھائے اور سرد وگرم حالات سے واقف کرایا۔

خدائے تعالی نے انہیں بہت سی خصوصیات سے نوازا تھا، وہ نہایت سادہ اور متواضع تھے، نشست وبرخواست میں یہ نہیں دیکھتے تھے کہ یہ ہمارا چھوٹا ہے یا بڑا، کہیں آنے جانے، اٹھنے بیٹھنے میں انہیں تکلف نہیں تھا، وہ نہایت ملنسار اور خلیق تھے، اپنے بڑوں کے احترام کے ساتھ ساتھ چھوٹوں پر شفیق تھے، ان سے ایسے ملتے جیسے دوستوں اور عزیزوں سے، بے تکلف اور محبت سے بات کرتے کہ ان کے چھوٹے اور ان کے تلامذہ اس منظر کو سالوں یاد رکھتے، وہ وقت کے بڑے پابند تھے، وقت کی پابندی میں حضرت الاستاذ خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ کی یاد تازہ کرتے تھے، جو وقت طے ہو جاتا وہ اس پر حاضر ہو جاتے، تاخیر کرنے والوں پر بے حد ناراض ہوتے اور کڑھتے تھے۔

الغرض یہ کہ بہت ساری خوبیاں تھیں جانے والے میں، میری نگاہ میں حضرت الاستاد کی شخصیت کے مختلف پہلو ہیں، ہر پہلو سے وہ ایک امتیازی شان رکھتے ہیں، دیوبند کی پر بہار فضا میں طویل علمی رفاقت کے دوران ان سے بہت سی ایسی چیزیں سیکھنے کو ملیں جو کتابوں کی ورق گردانی سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے، اس مختصر تحریر میں ان کی متوازن شخصیت کے ہر پہلو کو پیش نہیں کیا جا سکتا، سفر حیات کے حوالے سے انہوں نے اپنی کتاب 'میرے اساتذہ میری درس گاہیں درخشاں ستارے' میں جو کچھ تحریر کیا ہے، اس کو پڑھنے سے فکر کے نئے دریچے کھلتے ہیں۔ ایک جگہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''جب میری عمر چار، پانچ سال کی ہوئی تو گھر والوں نے بچے کو اپنی ضرورت اور فہم کے مطابق گھر کی بکریوں کو چرانے کی تربیت دینے کی کوشش شروع کردی، مگر اللہ مسبب الاسباب ہے، مقلب القلوب ہے، میری والدہ نے کہہ دیا کہ میرا بیٹا تعلیم حاصل کرے گا، نقار خانے میں طوطی کی آواز۔ اس 'عظیم خاتون' کی اس بات کا مذاق اڑایا گیا، آخر بچہ پڑھے گا کہاں؟ اور کس سے؟ گاؤں میں نہ کوئی اسکول، نہ کوئی مکتب اور نہ کچی مسجد میں متعین امام صاحب۔ جذبہ، خلوص اور لگن ہو تو منزل کی راہیں مل جاتی ہیں، والدہ محترمہ نے گھر والوں کے علی الرغم مجھے آبائی وطن سے تقریبا بیس کیلومیٹر دور میری نانی کے پاس اس تاکید کے ساتھ چھوڑ دیا کہ اس کو اسکول بھیجنا ہے۔''

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے دینی تعلیم کے حصول میں کن مشکلات کا سامنا کیا اور کن خاردار جھاڑیوں سے گزرے؛ لیکن کبھی گھر والوں سے آبلہ پائی کی شکایت نہیں کی۔ بس ایک جنون تھا جس میں وہ دیوانہ وار آگے بڑھتے رہے اور نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔

آپ کے مزاج میں نفاست کے ساتھ سادگی تھی، اعتدال پسند تھے، اس کی جھلک رہن سہن اور لباس میں بھی نظر آتا۔ زیب تن کے لئے کپڑوں کا انتخاب سادگی سے کرتے، کرتا بہت زیادہ لمبا نہیں تھا؛ لیکن بڑے بڑوں کے دستار وجبہ کے آگے ان کی طوالت صاف جھلکتی تھی۔ پان کھانے کے بے حد شوقین تھے، منہ میں جب تک پان رہتا پوری بشاشت اور انہماک سے کام کرتے۔ آپ کو بتاتا چلوں کہ امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ایک وفد جب قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کی قیادت میں اسلامی قوانین کی تشکیل کے لئے ساؤتھ افریقہ گیا تو حضرت مولانا محمد اسلام صاحب قاسمیؒ بھی اس وفد کا حصہ تھے، حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی پان کے رسیا تھے۔ وہاں جب پان ختم ہو گیا تو حضرت قاضی صاحب نے کہا کہ: 'اسلام! اب کام نہیں ہو سکے گا، پہلے پان کا انتظام کرو'۔ مولانا نے کہا کہ حضرت والا ! یہاں جوہانسبرگ میں پان نہیں ملتا ہے۔ حضرت قاضی صاحب نے منتظمین کو بلا کر کہا کہ ہم ہندوستان سے پان کا جو ذخیرہ لے کر آئے تھے، وہ ختم ہو گیا ہے، جہاں سے بھی ہو پان کا انتظام کیجئے، ورنہ کام رک جائے گا۔ چنانچہ میزبانوں نے پان کا انتظام کیا، حضرت مولانا نے بتایا کہ: ''پان کا انتظام ہونے کے بعد ہماری بھی توانائی لوٹ آئی''۔

مولانا نے مدارس کے ساتھ عصری دانش گاہوں سے بھی خوشہ چینی کی تھی، اردو، عربی پر یکساں مہارت تھی، انگریزی اور ہندی بھی اچھی طرح لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ دوران ملازمت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ہائی اسکول اور پری یونیورسٹی کے امتحانات پاس کیے، بی اے کی تعلیم بھی مکمل کی مگر ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں صد سالہ اجلاس کی وجہ سے آخری امتحان میں شریک نہیں ہو سکے۔ دس برسوں بعد ۱۹۹۰ء میں آگرہ یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ میں نے دیکھا کہ جب کوئی عرب مہمان دارالعلوم وقف میں آتے تو آپ خوبصورتی کے ساتھ عربی لب ولہجہ میں بولتے، انداز بیان میں برجستگی وبے ساختگی اور ادب کی چاشنی کو محسوس کر کے مہمان حیران رہ جاتے۔ ان کی تحریروں میں معلومات کا ذخیرہ اور معاصر دنیا کی آگہی، سادگی کے ساتھ بلا کی چاشنی ہے، وہ جو لکھتے آسانی سے قاری کے دل میں اتر جاتا۔ آخری دم تک لکھتے رہے اور لکھنے کا حق ادا کیا، یہاں تک کہ جب فالج کا اثر ہوا تو بھی رکے نہیں اور لکھنے پڑھنے کا کام جاری رکھا۔ عربی زبان سے بے پناہ محبت اور اس کے جانکاروں سے بہت زیادہ انسیت تھی۔

۱۹۷۶ء میں دارالعلوم دیوبند نے عربی رسالہ ''الداعی'' جاری کیا۔ مولانا وحید الزماں کیرانوی سربراہ بنائے گئے۔ ان کی معاونت کے لئے جن دو قلمکاروں کا انتخاب عمل میں آیا؛ ان میں مولانا بدر الحسن قاسمی (مقیم حال کویت) کے ساتھ مولانا محمد اسلام قاسمی بھی تھے۔ ان کو اردو وعربی دونوں پر عبور تھا، فن خطاطی کے بے تاج بادشاہ تھے، یہ صلاحیتیں کام آئیں اور انہوں نے عرصۂ دراز تک 'الداعی' کو سجا سنوار کر پیش کیا، صد سالہ کے موقع پر 'الداعی' کا جو خصوصی شمارہ شائع ہوا تھا اس کی کتابت آپ نے ہی کی تھی، مولانا بدرالحسن قاسمی ان کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''مولانا محمد اسلام قاسمی میرے زمیل ہیں، الداعی کے ادارت کے زمانے میں ان کی بے مثال خطاطی پر ہی میرا انحصار تھا، اجلاس صد سالہ کے موقع پر جو خصوصی شمارہ ہم نے شائع کیا تھا، وہ آج بھی ایک مرجع کے طور پر مطلوب ہے۔ امام حرم شیخ محمد السبیل مرحوم نے بارہا اس کی فوٹو کاپی مولانا سعید عنایت اللہ صاحب کے ذریعے منگوائی، مولانا محمد اسلام قاسمی صاحب کی ترتیب واخراج کی ماہرانہ فن کاری کی وجہ سے مجھے بڑی تقویت حاصل تھی۔

'الداعی' کے سابق مدیر حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ: ''مولانا محمد اسلام صاحب قاسمی دمکوی ''دمکا'' (بہار) (اور اب جھارکھنڈ) سے تعلق رکھتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند میں کئی کتابوں میں میرے ہم سبق رہے۔ نرم خو اُس وقت بھی تھے اور اب بھی ہیں۔ حسن خط اور حسن اخلاق دونوں کے مالک ہیں۔ حضرت الاستاد کے کاروان ادب اور ان کی 'النادی' کے اس وقت سرگرم ممبر تھے، دارالعلوم سے فراغت کے کچھ عرصے بعد 'دعوۃ الحق' کی جگہ پر جب 'الداعی' نکلنا شروع ہوا، تو برادرم مولانا بدرالحسن کے ساتھ، انھوں نے کئی سالوں تک اس میں کام کیا، نئے انتظامیہ کے قیام کے بعد وہ 'وقف دارالعلوم' سے وابستہ ہو گئے۔'' (وہ کوہ کن کی بات) (بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

کتابوں کی دنیا ✍: مولانا رضوان احمد ندوی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

اسلام میں حقوق کی اہمیت

اسلام، دین کامل ہے، اس نے عقائد وعبادات، معاملات ومعاشرت کی طرح آپسی تعلقات کو خوشگوار بنانے اور ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے پر بھی خصوصیت کے ساتھ توجہ دی اور حکم دیا کہ جب تمہیں یہ معلوم ہو کہ تمہارا کوئی رشتہ دار، عزیز واقارب، بھائی حتی کہ کوئی پڑوسی ضرورت مند ہے تو انسانی ہمدردی و بھائی چارگی کی بنیاد پر تم اسکی مدد کے لئے دوڑ پڑو اور اس کی ضرورت پوری کرو، رشتہ داروں میں والدین کا بہت بڑا مقام ومرتبہ ہے اس لئے ان کی خدمت، ان کی عزت وفرمانبرداری کو عبادت اور ذریعہ نجات تصور کرو، ان کے سامنے ہر کام میں ادب واحترام ملحوظ خاطر رکھو، بڑھاپے میں وہ مدد کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں اس لئے تم ایک وفادار اولاد کی حیثیت سے ہمیشہ ان سے نرم روی سے بات کرو اور ان کی خدمت میں لگے رہو بھائی، بہنوں، کے ساتھ الفت ومحبت سے پیش آؤ، خاندانی رشتوں کے احترام کے ساتھ ایمانی رشتہ کی بنیاد پر عام مسلمان کے ساتھ تواضع وانکساری، محبت ووفاداری کا معاملہ کرو گویا قرآن مجید نے ہر صنف کے الگ الگ حقوق اور ذمہ داریاں بتلائی ہیں، جن کا پاس ولحاظ کرنا مومنانہ صفات کی علامت ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ ہم اپنے حق کا مطالبہ تو ضرور کرتے ہیں، لیکن دوسروں کے حقوق کی پاسداری میں بڑی کوتاہی، لاپرواہی، بلکہ حقوق تلفی تک کے مرتکب ہو جاتے ہیں، جس کے نتیجہ میں ہماری انفرادی واجتماعی زندگی بے سمتی کا شکار ہوتی جارہی ہے۔ اسی احساس وجذبہ کے پیش نظر مولانا مفتی محمد عاقب قاسمی خیر آبادی نے ''اسلام میں حقوق کی اہمیت'' کے موضوع پر یہ کتاب مرتب کی ہے مصنف نے اس کتاب میں قرآن وحدیث کی روشنی میں حسن سلوک کا خصوصی حکم۔ والدین کے لئے دعاء کا اہتمام کرنا۔ اولاد کے حقوق۔ بھائی وبہن کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، شوہر پر بیوی کے حقوق، بیوی پر خاوند کے حقوق، قرابت داروں کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، یتیموں، کمزوروں اور حاجت مندوں کے حقوق، مسلمانوں کے مسلمان پر حقوق، خادموں، ملازموں، اور ماتحتوں کے حقوق، حقوق العباد کی فکر کیجئے جیسے ۱۴/عناوین پر جامع انداز میں خامہ فرسائی کی ہے، کتاب کے آغاز میں تین نامور عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ پٹنہ، مولانا مفتی محمد راشد اعظمی دارالعلوم دیوبند اور مولانا فضیل احمد ناصری استاذ جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند کے تحسینی کلمات وتبرکات نے کتاب کی نافعیت وافادیت میں مزید اضافہ کر دیا ہے، میں نے کتاب کے مشمولات کا ایک سرسری جائزہ لیا تو اس نتیجہ پر پہونچا کہ ان مضامین میں گرچہ کوئی نئی تحقیق نہیں ہے؛ بلکہ پرانے معلومات کو سلیقہ کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے، تاہم یہ محسوس کیا کہ مصنف کو زبان پر قدرت ہے اس لئے از ابتدا تا انتہا زبان وطرز بیان کا انداز یکساں پایا؛ ہاں اگر مصنف کتاب میں دوسرے حقوق کا بھی اضافہ کر دیتے تو کتاب شاید اور زیادہ مفید ہو جاتی جس کی طرف مولانا مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی نے بھی اپنے تأثرات میں اظہار کیا کہ اگر اس میں تھوڑی سی گفتگو سسرال، قیدیوں، غیر مسلموں، جانوروں اور راستوں کے حقوق پر بھی ہوتی تو کتاب زیادہ جامع اور مفید ہو جاتی (ص:۷) اس کے باوجود مصنف نے جن موضوعات کو زیر بحث لایا اس سے ان کے اخلاص وعقیدت کی روح جھلکتی ہے، لہذا کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک قابل قدر علمی کاوش ہے اور اصحاب ذوق کے مطالعہ کے لائق ہے، ماشاء اللہ کاغذ نہایت نفیس اور طباعت اس سے زیادہ معیاری ہے، سرورق سے پس ورق تک دیدہ زیب وپرکشش ہے، ۱۴۴/ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی قیمت ۷۰/روپئے طبع ہے جو ہر طرح مناسب ہے، خواہش مند حضرات عارف علی انصاری بک سیلر لطیف مارکیٹ خیرآباد، سیتاپور، یوپی کے پتہ پر حاصل کر سکتے ہیں بصورت دیگر موبائل 9336304064 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

حکایات اهل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (ولادت ۱۲۸۰ھ وفات ۱۳۶۲ھ) ایک بڑے ولی کامل اور صاحب کشف وکرامات بزرگ گذرے ہیں، اللہ نے انہیں مقبولیت عطا کی، ان سے لاکھوں لوگوں نے اصلاح باطن کیا، چنانچہ ان کے مواعظ وخطبات کے ہزاروں صفحات میں پھیلی ہوئی حکایات کو قاری ابوالحسن اعظمی نے جمع کیا اور ''حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات'' کے نام سے کتاب کی طبع کرائی، عام لوگوں کے استفادہ کیلئے اس کتاب سے چند سبق آموز واقعات قائین کی خدمت میں پیش ہے۔

اهل الله کی بے نیازی: ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کے پاس کسی امیر نے ایک بیش قیمت موتی ہدیہ بھیجا، خادم نے پیش کیا، فرمایا الحمدللہ اور حکم دیا کہ اس کو رکھ لو، خادم نے رکھ لیا، اتفاق سے وہ موتی چوری ہوگیا، خادم نے یہ واقعہ بھی عرض کیا، ان بزرگ نے فرمایا: الحمدللہ، خادم کو بڑا تعجب ہوا، اس نے دوسرے وقت پوچھا کہ حضرت مجھے بڑی حیرت ہے، وہ یہ کہ جب موتی حضور کی خدمت میں آیا تھا اس وقت بھی آپ نے الحمدللہ فرمایا تھا اور ضائع ہونے کی خبر معلوم ہونے پر یہی الحمدللہ فرمایا، اس میں کیا راز ہے؟ آنا جانا دونوں پر کیسے خوشی ہوسکتی ہے، فرمایا میں نے نہ آنے پر الحمدللہ کہا، نہ جانے پر، بلکہ جس وقت آیا تھا میں نے قلب کو دیکھا کہ آنے پر کچھ خوشی نہیں ہوئی، اس پر میں نے الحمدللہ کہا تھا، اسی طرح جاتے رہنے پر میں نے قلب میں کچھ رنج نہیں پایا، اس لئے میں نے الحمدللہ کہا۔

مثنوی کی ایک حکایت: مولانا رومؒ نے مثنوی میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص نے ایک گودنے والے سے کہا، میری پیٹھ پر شیر کی تصویر بنادو، تاکہ کمر میں قوت رہے، وہ تصویر بنانے بیٹھا اور سوئی چبھوئی، اس نے ایک آہ کی، اور پوچھا کہ کیا بناتے ہو؟ اس نے کہا دُم بناتا ہوں، آپ بولے کے دُم نہ بناؤ یہ کوئی مکھیاں تھوڑا اڑائے گا، اس نے دُم چھوڑ کر دوسری طرف سوئی چبھوئی، پھر آہ کی اور پوچھا اب کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ سر بناتا ہوں، آپ نے کہا، یہ کوئی دیکھے گا تھوڑا ہی، ایسا ہی رہنے دو، پھر اس نے پیٹ بنانا چاہا تو آپ کہتے ہیں کہ کوئی کھائے گا تھوڑا ہی، غرض جس عضو کو بناتا تھا آپ یہی کہتے تھے کہ اس کو کیوں بناتے ہو؟ اس پر بنانے والے نے سوئی پھینک دی اور کہا ؎

شیر بے گوش وسر وشکم کہ دید　　　　این چنیں شیر خدا ہم نافرید

ترجمہ: شیر بغیر کان اور سر، پیٹ کا کس نے دیکھا ہے، ایسا شیر تو خدا نے بھی نہیں بنایا، میں کیا بناؤں گا؟

آگے مولانا فرماتے ہیں: ؎

چوں نداری طاقت سوزن زدن　　　　از چنیں شیر زباں بس دم مزن

یعنی اگر تمہارے اندر اتنی بھی طاقت نہیں کہ سوئی کو برداشت کرسکو تو شیر کا نام بھی مت لو

دنیادار حریص: شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے کہ ایک رات مجھے ایک تاجر کے پاس رہنے کا اتفاق ہوا جس کے پاس سامان تجارت تھا اور بہت سے غلام اور خدمت گار تھے، اس نے تمام رات میرا سر کھایا کہ اس وقت میرے پاس اتنا مال ہے اور میرا فلاں شریک ترکستان میں ہے اور کچھ سامانِ تجارت ہندوستان میں ہے اور یہ فلاں زمین کی دستاویز ہے اور فلاں سامان کا ایک شخص ضامن ہے، کبھی کہتا کہ اسکندریہ جانے کا خیال کررہا ہوں اور وہاں کی آب وہوا اچھی ہے کبھی کہتا ہے وہاں کا دریا خطرناک ہے۔

پھر کہنے لگا سعدی! مجھے ایک سفر اور درپیش ہے اگر وہ پورا ہوجائے تو پھر بقیہ زندگی قناعت کے ساتھ گوشہ نشین ہوکر گذاروں گا میں نے پوچھا وہ کون سا سفر ہے کہا فارس کی گندھک چین میں لے جانا چاہتا ہوں کیونکہ سنا ہے اس کی وہاں بہت قیمت ہے اور چینی گلاس روم میں لے جاکر فروخت کروں گا اور دیبائے رومی ہندوستان میں اور فولاد ہندی حلب میں اور حلبی شیشہ یمن میں اور یمنی چادر فارس میں اس کے بعد میں سفر ترک کرکے ایک دوکان میں بیٹھ جاؤں گا، اب بھی ترکِ دنیا کا ارادہ نہیں دوکان ہی میں بیٹھنے کی نیت ہے، غرض اس قسم کا خیالی پلاؤ پکاتا رہا، اخیر میں سعدیؒ سے کہا کہ آپ بھی کچھ اپنی دیکھی اور سنی ہوئی باتیں سنائیں، سعدی نے جواب دیا

آں شنید ستی کہ در صحرائے غور　　　　بار سالارے بیفتاد از ستور

تو نے غور کے جنگل کا قصہ سنا ہوگا کہ ایک تاجر کا سامان سواری سے گر گیا۔

گفت چشم تنگ دنیا دار را　　　　یاقناعت پرکند یا خاک گور

وہ بولا کہ دنیادار حریص کی آنکھ کو یا تو قناعت بھرتی ہے یا قبر کی مٹی۔

واقعی دنیادار کی حرص کبھی ختم نہیں ہوتی، بس مرکر ہی ختم ہوتی ہے۔

حدیث میں بھی آیا ہے کہ انسان کی حرص کے شکم کو مٹی ہی بھر سکتی ہے "ولا یملأ جوف ابن ادم الا التراب ویتوب الله علی من تاب" اس طویل امل اور فضول لایعنی خیالات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ صبح آوے تو شام کی فکر نہ کرو اور شام ہو تو صبح کی فکر نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کرو یعنی یہ سمجھ لو کہ گویا آج ہی کا تھوڑا سا وقت زندگی کا باقی ہے۔

شیخ عبد القادر رحمة الله علیه کا مقام ومرتبه: شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اپنی جوانی میں ایک بزرگ کی زیارت کو جارہے تھے، ساتھ میں دو آدمی اور تھے، آپس میں گفتگو ہوئی، جس طرح راستہ طے کرنے والے رفیقوں میں ہوا کرتی ہے کہ بھائی تم اس بزرگ کے پاس کس غرض سے جارہے ہو؟ ایک شخص نے تو کچھ دنیوی غرض بتلائی کہ مین اپنے لئے فراخی رزق وغیرہ کی دعا کراؤں گا، دوسرے شخص نے جو عالم تھا اور اس کا نام ابن السقا تھا کہا میں تو اس بزرگ کا امتحان لینے جارہا ہوں کہ دیکھوں یہ خالی بزرگ ہی ہیں یا کچھ علم سے بھی تعلق ہے؟ ان سے ایسے پیچیدہ سوالات کروں گا جن کا جواب نہ بن پڑے، پھر شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے ان دونوں نے پوچھا کہ صاحبزادے تم کس کام کے لئے جارہے ہو؟ فرمایا کہ میں تو صرف اس لئے جارہا ہوں کہ یہ بزرگ اللہ کے مقبول بندے ہیں، شاید ان کی زیارت سے ہمارے نفس کی اصلاح ہوجائے اور اللہ کا ہمارے حال پر بھی فضل فرمادے۔

غرض تینوں ان بزرگ کے پاس پہنچے، ان تینوں کا حال پہلے معلوم ہوگیا تھا، ابھی یہ لوگ کچھ عرض کرنے بھی نہ پائے تھے کہ شیخ نے خود ہی سب کے سوالات کا جواب دے دیا، جو شخص دنیوی غرض کے لئے آیا تھا، اس سے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سونے چاندی کے ڈھیر تیرے پیروں کے نیچے ہوں گے (گویا اس کا مقصد پورا ہوگیا)

ابن السقا سے فرمایا کہ تیرا ایک سوال یہ ہے اور اس کا یہ جواب اور دوسرا سوال یہ ہے اور اس کا یہ جواب، سوالوں کے جواب تو یہ ہیں، مگر مجھے تیرے چہرہ پر آثارِ کفر نظر آرہے ہیں اور میں وہ حالت دیکھ رہا ہوں، جب کہ تو اسلام سے مرتد ہوجائے گا۔

چنانچہ یہ شخص ایک مرتبہ خلیفۂ وقت کی طرف سے ہرقل کے پاس کوئی پیام لے کر گیا تھا، بہت بڑا عالم تھا کہ خلیفہ نے سفارت کے لئے اس کو منتخب کررکھا تھا، مگر اس نے ان بزرگ کے ساتھ گستاخی کی نیت کی تھی، اس کے وبال میں ہرقل کے پاس جاکر اس کی کسی لڑکی پر فریفتہ ہوکر اس کے عشق میں نصرانی ہوگیا اور اسی حالت میں مرا، نعوذ باللہ منہ اور حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات نظر آرہی ہے کہ تم ممبر بغداد پر بیٹھے ہوئے یہ کہہ رہے ہو کہ قدمی هذه علی رقاب کل اولیاء الله" اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اولیاء اللہ کی گردنیں اس وقت جھک رہے ہیں۔

کتنا صحیح کشف تھا کیوں کہ یہ بات انہوں نے ایسے وقت میں فرمائی تھی کہ اس وقت حضرت عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ بالکل بچے نوجوان تھے، اس کا کسی کو بھی وہم نہیں ہوسکتا تھا کہ کسی وقت اس درجہ کو پہونچیں گے، مگر کشف بالکل صحیح تھا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، جس کا واقعہ مشہور ہے، حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ممبر بغداد پر بیٹھے ہوئے ایک دن وعظ فرمارہے تھے، اثناء وعظ میں جوش آیا اور فرمایا "قدمی هذه علی رقاب کل اولیاء الله" اس وقت جتنے اولیاء زمین پر تھے، سب نے اس آواز کو سنا اور گردنیں جھکادیں، بلکہ بعض نے گردن جھکا کر یہ بھی کہا "بل علی رأسی وعینی"

فائدہ: یہ ویسا ہی قصہ ہوا جیسا کہ حضرت خلیل اللہ کی آواز کو حق تعالی نے تمام عالم میں پہونچا دیا تھا، حتی کہ ارواح نے اپنے باپ ماں کے پشت اور رحم میں سے جواب دیا "لبیک لبیک" اسی طرح حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی آواز خلیل اللہ آواز تھی جس کو تمام عالم کے اولیاء نے سنا، خدا تعالی نے سب کو آواز پہنچادی۔

صحبت کا اثر: ایک بزرگ کا لڑکا مدرسہ میں پڑھتا تھا، یہ بزرگ ایک دفعہ اس کے پاس گئے، وہ اس وقت حجرہ میں انہوں نے دیکھا کہ حجرہ میں ایک روٹی رکھی ہے، اس کی ہیئت سے سمجھے کہ یہ روٹی بازار کی ہے، خیر بیٹھ گئے، تھوڑی دیر کے بعد لڑکا آیا اور سلام کیا تو انہوں نے جواب نہیں دیا اور کہا کہ میں تجھ سے نہ بولوں گا تو روٹی بازار کی کھاتا ہے، اس نے کہا کہ حضرت یہ روٹی میری نہیں ہے، میرا ایک اور شریک ہے جو اسی حجرہ میں رہتا ہے، اس کی ہے، کہا تو تو ایسے کی صحبت میں رہتا ہے جو روٹی بازار کی کھاتا ہے، صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے تو اس قابل نہیں کہ تجھ سے کلام کیا جائے۔

فائدہ: کوئی شرعی فتویٰ نہیں ہے کبھی کوئی حکم لگادے کہ بازار کی روٹی کھانا ناجائز ہے، ایک اہل دل کا حال ہے اور اس میں انہوں نے ایک ایسی باریک بات فرمائی تھی جس تک ہم جیسوں کی نظر نہیں پہونچتی وہ یہ کہ بازار میں جو روٹی بکتی ہے اس کے سامنے سے بہت سے لوگ گزرتے ہیں جو بھوکے ہوتے ہیں اور اس کو خرید نہیں سکتے، اس لئے حسرت سی اس پر نظر کرتے ہیں، جس سے ان کی دل آزاری ہوتی ہے، تو جو چیز سبب بنے مساکین کی دل آزاری کا اس میں برکت نہیں رہتی، اس وجہ سے اس کو ناپسند کیا جاتا ہے، کس درجہ باریک بات ہے، واقعی یہ علوم بجز اہل اللہ کے کسی کو میسر نہیں ہوتے۔

الله کے لئے سختی برداشت کرنا: ایک مقام پر جامع مسجد میں ایک تاجر عطر آیا، جماعت کے بعد لوگ حسب معمول سنتیں پڑھنے لگے، اتفاق سے نمازیوں میں کوئی بڑے عہدہ دار بھی تھے، جب سلام پھرا تو اس تاجر نے جو ایک غریب آدمی تھا سامنے آکر سلام کیا اور عرض کیا کہ حضور! آپ کی نماز ٹھیک نہیں ہوئی، اسے پھر سے پڑھ لیجئے، کیوں کہ مجھے آپ کے وقت کا بڑا قلق ہے کہ یہ یوں ہی رائیگاں جارہا ہے، اس نماز سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوا، بس اتنا سننا تھا کہ مارے غصہ کے آگ بن گئے، کہ نالائق بیہودہ تیری یہ جرأت، ارے تجھے کیا؟ چپ رہ، خبردار! جو پھر ایسی گستاخی کی، اس نے کہا صاحب! یہ گستاخی نہیں خیر خواہی ہے کہ پھر نماز پڑھ لیجئے، بہر حال دونوں میں یہاں تک گفتگو بڑھی کہ عہدہ دار نے اسے مارا، اس نے کہا کہ آپ اور مار لیجئے، مگر میں آپ کو مسجد سے نکلنے نہ دوں گا جب تک آپ نماز نہ دہرائیں گے، جب شور وغل زیادہ ہوا تو چاروں طرف سے لوگ جمع ہوگئے اور عہدہ دار صاحب سے کہا کہ اس میں اس قدر برا ماننے کی کیا بات ہے؟ سچ تو کہتا ہے کیوں نہیں پھر پڑھ لیتے؟ غرض اس نے انہیں نماز پڑھوائی پھر تو ایسی تعدیل سے پڑھی کہ شاید عمر بھر میں یہ اول نماز پڑھ کے چلے گئے تو اس تاجر کی بستی میں خوب شہرت ہوئی، لوگ اسے بزرگ سمجھنے لگے اور جدھر جاتا ہے لوگ کہتے ہیں حضرت ذرا یہاں بیٹھ جایئے اور ذرا ہمارے گھر تشریف لے چلئے، اب لوگ ضرورت سے نہیں، بلکہ تبرکاً عطر خریدتے ہیں داموں میں بھی کچھ تکرار نہیں کرتے کہ اگر زیادہ بھی چلے جائیں گے تو برکت ہی ہوگی۔

غرض اس کا سب عطر بھی بکا اور دین کی ایک بات سے دنیا کا بھی فائدہ ہوگیا۔

همت کی برکت: ایک بزرگ تھے کہ لمبے سفر میں نماز و جماعت کے خیال سے ایک دو آدمی کو ہمراہ رکھتے تھے اور چھوٹے سفر مین ایسے انداز سے سفر کرتے تھے کہ نماز کے وقت منزل پر پہونچ جاویں، اتفاق سے ایک چھوٹے سفر میں راستہ میں کچھ حرج ہوگیا اور ظہر کا وقت آگیا، گاڑی بان ہندو تھا، انہوں نے وضو کیا، سنتیں پڑھیں کوئی اور نمازی نہ دکھائی دیا، انہوں نے دعا مانگی کہ اے اللہ میں ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھتا ہوں اور اس وقت میں مجبور ہوں، اگر آپ چاہیں تو اس وقت بھی جماعت سے مشرف کرسکتے ہیں۔

مصلی بچھا کر یہ دعا کرہی رہے تھے کہ گاڑی بان سامنے آیا کہ میاں مجھے تم مسلمان کرلو، بڑی مسرت ہوئی سمجھ گئے کہ دعاء قبول ہوگئی (کیا پوچھنا ہے اس مسرت کا وجد ہورہا ہوگا) اسی وقت مسلمان کیا اور وضو کرا کر کہا جس طرح میں کروں، اسی طرح تو بھی کر اور سب ارکان میں سبحان اللہ سبحان اللہ کہتا رہ۔

فائدہ: دیکھئے یہ برکت تھی ہمت کی اور اس طرح محض سبحان اللہ سبحان اللہ سے ہماری نماز تو نہیں ہوگی، مگر نومسلم کی ہوجائے گی، جب تک اسے سورتیں اور دعائیں یاد نہ ہوں، جتنی جتنی یاد ہوتی جائیں اتنی اتنی اسے بھی پڑھنا واجب ہوگا۔

Scanned with CamScanner

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں کسب معاش کی اہمیت

محمد قمر الزماں ندوی

کئی سال پہلے کی بات ہے۔ پرتاپ گڑھ ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر ایک بارہ سال کا بچہ بھیک مانگ رہا تھا، لڑکے کے بال اور دوسری علامتوں سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ لڑکا کسی پنجابی (سکھ) کا ہے چونکہ ابھی اس نے ایک ہی دو روز سے یہ کام شروع کیا تھا اس وجہ سے جھجک، پریشانی اور گھبراہٹ کے آثار اس کے چہرے پر باقی تھے، بچہ بھیک مانگتے مانگتے ایک سردار (پنجابی) کے پاس پہنچا۔۔شاید دل میں یہ خیال بھی رہا ہوگا کہ سردار جی پلیٹ فارم پر کھڑے دوسرے مسافروں سے کچھ زیادہ ہی اسے دیں گے، اس لیے کہ وہ ان کی ہی برادری کا بچہ تھا۔ کسی برادری کا اپنی برادری کے بارے میں ہمدردی و محبت اور تعاون و امداد کا جذبہ ایک مشہور و معروف بات ہے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔۔ جب لڑکا سردار جی کے پاس پہنچا تو سردار جی نے اولا اسے نیچے سے اوپر تک بغور دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر ایک تمانچا رسید کر دیا۔۔ اور کہا تو اس لیے پیدا ہوا ہے کہ اپنی قوم کا نام ڈبو دے۔۔ اس کے بعد سردار جی نے بچہ کا ہاتھ پکڑا اور اسٹیشن سے باہر لیجا کر ایک ٹھیلے والے سے کچھ مونگ پھلیاں خرید کر ایک جگہ بٹھا دیا اور کہا: لے شام تک اس کو بیچتا رہ، کل مجھ سے پھر ملنا، لڑکے نے ایسا ہی کیا اور چند ہی دنوں کے بعد ہی معلوم ہوا کہ وہ لڑکا کافی کمائی کرنے لگا۔ (ماہنامہ نوائے ہادی فروری، ۲۰۱۳ء)

یہ واقعہ ایک ایسی قوم کا ہے جس کے پاس نہ تو اسلام جیسی کوئی مذہبی طاقت ہے، اور نہ قرآن جیسا نظام زندگی، اور نہ ہی اصول معاشیات اور اقتصادیات۔۔ لیکن ہماری قوم کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہماری قوم میں گداگری اور بھیک مانگنے کا رواج بڑھ رہا ہے، لیکن ہم اپنی قوم کو اس کے پیر پر کھڑا کر کے خودداری اور خود اعتمادی والی زندگی گزارنے کا جذبہ اور حوصلہ پیدا نہیں کر رہے ہیں جو بہت ہی افسوس اور دکھ کی بات ہے، اسلام فقیری اور گداگری کی تعلیم نہیں دیتا ہے، سوال کرنے اور بلا ضرورت دست سوال پھیلانا، اسلام اس کو کسی طرح پسند نہیں کرتا اور نہ اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، اسلام تو مانگنے اور سوال کرنے اور بلا ضرورت ہاتھ پھیلانے کو ذلت و رسوائی سے تعبیر کرتا ہے، اسلام نے جہاں زندگی کے تمام شعبوں میں مکمل رہنمائی کی، وہیں معاش اور کسب معاش کے سلسلے میں پوری وضاحت فرمائی، اور دین و دنیا دونوں کی بھلائی مانگنے کی تلقین کی، اور یہ بتایا کہ انسانی زندگی کے دو دَور ہیں، پہلے دور کا نام مذہب کی اصطلاح کے مطابق دنیا ہے اور دوسرے دور کا نام آخرت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے دونوں حصوں کے درمیان تعلق پیدا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، دنیا آخرت کی کھیتی ہے، مال و دولت زندگی کی اساس ہے، قرآن مجید نے مال کو زندگی کے قیام کی بنیاد اور اساس قرار دیا، کہیں مال و دولت کو خدا کا فضل قرار دیا گیا۔ سورہ آل عمران اور سورہ جمعہ میں اس کی تفصیل موجود ہے، کہیں مال کو خیر کے لفظ سے تعبیر کیا، پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ اگر آپ نے کسی پریشان حال مسلمان کو غم دنیا سے نجات پانے کے لیے کوئی دعا تعلیم فرمائی تو اس کے ساتھ ایک انصاری مسلمان کو یہ ہدایت فرمائی کہ تم بازار سے ایک کلہاڑی لاو، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کلہاڑی میں لکڑی کا دستہ ڈالا۔ اور ان صحابی کو جنگل سے لکڑیاں کاٹنے اور پھر بازار میں فروخت کرنے کا حکم دیا اور فرمایا میں تمہیں پندرہ دن تک یہاں نہ دیکھوں، پندرہ دن کے بعد صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور ان کے پاس پندرہ درہم موجود تھے۔ آپ نے ان درھموں اور تجارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، یہ تیرے لیے بہتر ہے، سوال کرنے اور بھیک مانگنے سے۔۔ (ابوداؤد) معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندوں کو صرف دعاؤں کی تعلیم نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ ساتھ ساتھ محنت، کسب معاش کے طریقے اور ڈھنگ بھی بتایا کرتے تھے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں توکل پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کسب معاش اور تجارت و زراعت کی جدوجہد سے کنارہ کش ہو کر دوسروں کی خیرات و عطیات پر نظر رکھنا توکل نہیں ہے، توکل کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کے حکم کے مطابق کسب معاش کے لیے بھرپور کوشش کی جائے، اور کوشش کے بعد نفع و نقصان کی جو صورت بھی پیش آئے، اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے یقین کر کے صبر و شکر اختیار کرے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے گزرے اور دیکھا کہ وہاں کچھ لوگ بے وقت بیٹھے ہوئے ہیں، آپ نے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ کسی نے جواب دیا هم المتوكلون، یہ لوگ اللہ پر توکل کرنے والے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لا، بل هم المتاكلون ۔۔نہیں، بلکہ یہ لوگ مفت کھانے والے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ دین کا کام کرنے کے ساتھ ساتھ، تبلیغ و دعوت کے ساتھ ساتھ نماز و روزہ کے ساتھ ساتھ کسب معاش کی کوشش کرنا، ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو سوال کرنے سے اس درجہ منع فرمایا اور اس کی تعلیم دی کہ وہ معمولی چیزیں مانگنے سے بھی احتراز کرتے تھے۔۔ اسلام نے توکل کی تعلیم ضرور دی، لیکن لوگوں نے جو بے عملی اور فرائض سے پہلو تہی کو توکل کا نام دے رکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلاح بھی فرمائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی کیسی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ معاش کیا تھا؟ نیز مال و دولت کے سلسلہ میں آپ کا نظریہ کیا تھا، آپ کا فقر اختیاری تھا یا اضطراری؟ اس عنوان پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا ڈاکٹر رضی الاسلام صاحب ندوی نے ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی صاحب ندوی کی کتاب ،، معاش نبوی ،، پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ،، مال و دولت کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان دو نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں: ایک یہ کہ کسی شخص کے پاس بہت زیادہ مال و دولت ہونا پسندیدہ نہیں ہے، کسب معاش میں بہت زیادہ مصروف ہونا اسے اللہ سے دور کرتا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر کو پسند کیا ہے اور فقراء کی فضیلت بیان کی ہے۔ دوسرا یہ کہ کسی شخص کا مال و دولت کا مالک ہونا معیوب نہیں ہے، مال کو اللہ تعالیٰ نے زندگی گزارنے کا ذریعہ قرار دیا ہے، مال خرچ کر کے آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکتا ہے، مال و دولت سے محروم ہونا اور اس سے کنارہ کش رہنا پسندیدہ نہیں ہے، بلکہ مطلوب یہ ہے کہ آدمی جائز ذرائع سے مال کمائے اور اللہ کی رضا کے کاموں میں خرچ کرے۔ غور کیا جائے تو دوسرا نقطۂ نظر ہی درست معلوم ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: أَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَاماً (النساء:۵) ”تمھارے وہ مال جنھیں اللہ نے تمہارے لیے قیامِ زندگی کا ذریعہ بنایا ہے۔“ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”روزِ قیامت ابن آدم کے پیر بارگاہِ الٰہی سے نہیں ہٹیں گے، جب تک اس سے پانچ سوالات نہیں کر لیے جائیں گے: ان میں سے دو سوالات یہ ہوں گے کہ اس نے مال کہاں سے کمایا تھا؟ اور کہاں خرچ کیا تھا؟ (ترمذی: 6142) اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی تعلیمات کی رُو سے مال کمانا اور مال دار ہونا ناپسندیدہ اور قابلِ نفرت نہیں ہے۔ قابلِ نفرت یہ ہے کہ آدمی مال و دولت کا حریص ہو، جو کچھ کمائے اسے سینت سینت کر رکھے، نہ اپنی اور اپنے متعلقین اور زیر کفالت افراد کی ضروریات پوری کرے، نہ دوسرے غریب اور ضرورت مند انسانوں پر خرچ کرے۔ صحابۂ کرام کی زندگیوں کا جائزہ لیں تو ان میں جہاں بہت بڑی تعداد غریب اور نادار صحابۂ کرام کی تھی، وہیں خاصی تعداد میں مال دار صحابہ بھی تھے۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عثمان غنی اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم کو شہرت حاصل تھی، یہ وہ لوگ تھے جو اپنی دولت کا بڑا حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے، خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شمار نبوت سے قبل مکہ مکرمہ کے بڑے تاجروں میں ہوتا تھا، نبوت کے بعد بھی آپ کے پاس مختلف ذرائع سے مال آتا رہتا تھا؛ لیکن آپ سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ آپ کا فقر مجبوری کا نہیں، بلکہ اختیاری تھا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عام تأثر یہ ہے کہ آپ نے فقر اور تنگی کی زندگی گزاری، سیرت نگاروں نے عموماً آپ کی حیاتِ طیبہ کے اسی پہلو کو ابھار کر پیش کیا ہے؛ لیکن یہ تصویر کا ایک رخ ہے۔ آپ کا فقر اختیاری تھا۔ آپ کی زندگی میں ہمیشہ فقر اور معاشی تنگی نہیں رہتی تھی، بلکہ اس میں خوش حالی، فارغ البالی اور کشادگی کے ایام بھی آتے تھے۔ (ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی کی تحریر سے ماخوذ و مستفاد) مذکورہ تمہیدی گفتگو اور تحریر کی روشنی میں تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسب معاش کی اہمیت پر کچھ خامہ فرسائی کی کوشش کر رہا ہوں، تا کہ ”اسلام کا تصور مال،، یہ موضوع ہمارے سامنے واضح ہو جائے اور اس بارے میں جو افراط و تفریط پائی جاتی ہے، اس کا خاتمہ ہو۔

دنیا گزارنے کے لئے دولت اور روزی کا حصول ہر آدمی کی لازمی ضرورت ہے۔ انسان کو مکلّف بنایا گیا ہے کہ وہ اپنے لئے اپنی اولاد اور ماتحتوں کے معاش اور روزی روٹی کے لئے دوڑ بھاگ اور تگ و دو کرے، کیونکہ انسان کے رزق اور روزی روٹی کو اللہ تعالی نے دنیا میں اس لئے پھیلا دیا ہے، اس کو حاصل کرنا اور اس کے لئے محنت کرنا یہ انسان کے ذمہ ہے۔ اسلام نے تعلیم دی کہ آدمی کو اپنی روزی حلال طریقوں سے کمانی چاہیے اور کوشش کرنی چاہیے کہ یہ روزی آزادانہ طریقہ پر کمائی جائے، دوسروں کی غلامی اور چاکری سے بہتر ہے، کہ آدمی اپنے ہاتھ کی کمائی کھائے، نیز یہ کمائی حلال ہو نا جائز طریقہ سے حاصل نہ کی جائے۔ قوت بازو سے روزی پیدا کرنا خواہ وہ صنعت و حرفت کے ذریعہ ہو یا تجارت و زراعت سے یا محنت و مزدوری کر کے یا دیگر حلال اور جائز طریقوں سے، اسلام کی نظر میں کس قدر مطلوب ہے، اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ پھاوڑا چلاتے ہوئے ایک صحابی کے ہاتھ سیاہ ہو گئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارے ہاتھ پر کچھ لکھا ہے، صحابی نے جواب دیا ••نہیں •• پتھر پر پھاوڑا چلاتا ہوں اور اس سے اپنے بال بچوں کے لئے روزی روٹی پیدا کرتا ہوں، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی سے ان صحابی کا ہاتھ چوم لیا اور رزق کی برکت کی دعائیں دیں۔

رزق حاصل کرنے کے لیے ہر انسان کو محنت کرنی پڑتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کو بھی حلال روزی کمانے کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحاً، اِنِّي بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ. (المومنون/۵۱) اے پیغمبرو! کھاو پاک چیزیں اور نیک عمل کرو، تم جو بھی کرتے ہو، میں اس کو خوب جانتا ہوں، چنانچہ تمام انبیاء کرام دین کی دعوت کا کام اور تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے اور لوگوں سے اس پر کوئی اجرت اور معاوضہ نہیں لیتے، بلکہ خود اپنی محنت و مشقت سے رزق حاصل کرتے۔ حدیث کی کتابوں میں انبیاء کرام کے مختلف پیشوں اور محنتوں کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت مقدام بن معدیکرب روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،، کوئی شخص اپنے ہاتھوں کی کمائی سے بہتر کوئی روزی نہیں کھاتا اور اللہ کے نبی حضرت داود علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے روزی کماتے تھے۔ (بخاری کتاب البیوع) حضرت عبداللہ بن زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص کلہاڑی سے لکڑی کاٹ کر گھٹر اپنی پیٹھ پر اٹھالائے اور اسے فروخت کرے، اس کے ذریعہ اللہ اس کے چہرہ کی حفاظت کرے، یہ اس کے لیے بہتر ہے، اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگے اور لوگ اسے دیں یا منع کریں۔۔ (بخاری کتاب الزکوۃ) اسلام نے ہاتھ سے کمانے کی ہمت افزائی کی ہے اور ہاتھ پھیلانے کی ممانعت کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں جو کوئی مانگنے کی عادت ڈالتا ہے، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ٹکڑا نہیں ہوگا۔۔ (بخاری کتاب الزکوۃ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیصہ بن المخارق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہاتھ پھیلانا تین آدمیوں کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ ایک وہ آدمی جو کسی ضمانت یا قرض میں مبتلا ہو اس کے لیے مانگنا اس وقت جائز ہے جب تک اس کا قرض ادا نہ ہو جائے۔ دوسرا وہ آدمی جو کسی آفت میں مبتلا ہو اور اس کا مال برباد ہو گیا ہو، اس کے لیے اس وقت تک مانگنا جائز ہے جب تک کہ اس کی حالت بحال نہ ہو جائے۔ تیسرا وہ آدمی جس کے گھر میں فاقہ ہو اور لوگ یہ کہہ دیں کہ اس کے یہاں فاقہ ہو رہا ہے، اس کے علاوہ کسی اور کے لیے مانگنا حرام ہے۔ (مسلم کتاب الزکوۃ) جس طرح اسلام نے ہاتھ پھیلانے کی ممانعت ہے اسی طرح غلط طریقہ سے مال کمانے کو حرام قرار دیا ہے، ارشاد خداوندی ہے۔ وَلَا تَاْكُلُوْا أَموَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرہ/۱۸۸) اور تم ایک دوسرے کے مال کو باطل طریقہ سے نہ کھاو۔ باطل طریقے سے مال کھانے کا مطلب ناجائز اور حرام آمدنی ہے، جیسے رشوت، چوری، لوٹ کھسوٹ، خیانت بدعہدی، ناپ تول میں کمی غبن، شراب فروشی، جسم فروشی، اور حرام مال کی تجارت، وغیرہ اس کے ذریعے سے مال حاصل کرنا حرام ہے اور ایسی کمائی میں نہ تو برکت ہے اور نہ ہی ایسے شخص کی عبادت قبول ہوتی ہے، اس حرام کمائی کی نحوست کے اثرات اولاد پر بھی پڑتے ہیں، جس کے نتیجہ میں اولاد ناکارہ اور نااہل ہو جاتی ہے۔

Scanned with CamScanner

انسانیت کی سربلندی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار

شاد کام مراد آبادی

آج کے اس مادہ پرست دور میں انسانی آبادی میں کس قدر اضافہ ہو رہا ہے یہ کسی سے چھپا ہوا نہیں، مختلف ملکوں میں فیملی پلاننگ کی اسکیم چلائی جارہی ہے، پھر بھی بڑھتی ہوئی آبادی کو روکنے میں حکومتیں ناکام ہیں۔ انسان کو پیدا کرنے والا بھی اللہ ہے اور اس کو موت دینے والا بھی اللہ ہے اور اس واحد القہار و جبار کے نظام اور اس کی قدرت کے آگے سبھی اسکیمیں، سائنسی ٹکنالوجی سب کچھ ناکام ہے۔ مگر سوچنے کا مقام یہ ہے کہ جس تیزی سے انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اسی تیز رفتاری سے انسانیت میں کمی ہوتی جارہی ہے، ہمارا پروردگار جو ہم سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ محبت رکھتا ہے اس نے انسان کو اکیلا نہیں پیدا کیا نہ اس کی یہ مرضی ہے کہ انسان اکیلا رہے، اگر اکیلا ہی پیدا کرنا ہوتا تو اس کو پہاڑ بنا دیتا، پتھر بنا دیتا، ہیرا بنا دیتا، آپ نے دیکھا، کان میں کتنے ہیرے پڑے ہوتے ہیں لیکن کسی کو کسی کی کوئی فکر نہیں ہوتی، لیکن انسان کو خدا نے انسانوں کے بیچ پیدا کیا، اور یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ اکیلا نہیں رہنا چاہتا، انسانوں کے بیچ رہنا چاہتا ہے۔ تاکہ اسے پیار ملے، اپنائیت ملے، حفاظت ملے لیکن جب انسانیت ہی ختم ہو جائے تو انسان اپنی چاہ کو پانے کے لئے کہاں جائے؟

بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان سب باتوں کا ذمہ دار بھی انسان ہی ہے، آج انسانوں میں احساس ذمہ داری ہی نہیں، انسانوں میں ایک ذمہ دار شہری ہونے کا احساس تک نہیں۔ کسی کو بھی اطمینان نہیں کہ کب کیا ہو جائے، کچھ نہیں کہا جا سکتا اور اس بے اطمینانی کی وجہ معاف کیجئے گا۔ ہماری سیاسی پارٹیوں اور حکومتوں کی آئے دن تبدیلی ہے۔ ملکوں میں فسادات ہوتے رہتے ہیں، بھائی بھائی کا دشمن بن جاتا، پاگل پن کی ایسی لہر اٹھتی ہے مانو ہسٹریا کا دورہ پڑ گیا ہو، اس کی مثال تو خود ہمارے ملک میں ہی موجود ہے، آخر آدمی کو کیا ہو جاتا ہے؟ آدمی اتنی جلدی جانور کیسے بن جاتا ہے، اور جب انسان جانور بن جائے تو اس سے بڑی ہماری بدقسمتی کیا ہوگی؟ پورے عالم میں یہ فضا عام ہے، معاشرے میں لڑکیاں محفوظ نہیں، چلتی بس میں اس کی عزت کو پامال کیا جاتا ہے، یہ تو غیروں نے کیا، مگر جب اپنے ہی دشمن بن جائیں تو کیا کیا جائے؟ ایک ماں جس کا بچہ کمائی کرنے باہر گیا ہے کچھ پیسہ کما کر گھر واپس آ رہا ہوتا ہے، دل میں سوچتا ہے، ان پیسوں سے ماں کی دوائی خریدوں گا، بیوی کے لئے شال، بچوں کے لئے کھلونے خریدوں گا مگر راستے میں ہی کوئی درندہ صفت انسان اس کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیتا ہے اور رقم چھین لیتا ہے۔ ارے ظالم تجھے پتہ ہے تو نے کس کو مارا؟ اس بچے کو جس کی ماں نے اسے نازوں سے پالا، اس شوہر کو جس کی بیوی آنکھوں میں میٹھے خواب سجائے ہے، اس باپ کو جس کے بچے اسکے آغوش میں آنے کیلئے بے تاب ہیں۔ جب معاشرے کی ایسی حالت ہو جائے کہ اپنے ساتھی سے ہی ڈر لگے کہ کہیں ہماری جاسوسی تو نہیں کر رہا، ہمارے خلاف کوئی پلاننگ تو نہیں کر رہا تو انسان آخر کیسے جیئے گا؟ ہمارے اکابر تو معاشرے کی اس حالت کو دیکھ کر خون کے آنسو روتے تھے، کتنا درد رکھتے تھے وہ انسانیت کا، آج حالات دیکھیں سڑک پر ایک مظلوم پکارتا ہے، مدد مدد لیکن اس کی مدد کو کوئی نہیں آتا، اس کی سب سے بڑی اور واضح وجہ یہ ہے کہ ہم قرآن کو بھلا بیٹھے، ہم نے پیارے نبی جناب رسول اللہ اللہ کے احکامات کو بھلا دیا، اس پیارے حبیب کی سنتوں کو جس نے ہمارے لئے راتوں کی نیندیں قربان کر دیں، دن کا چین قربان کر دیا، پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، سونے چاندی کے خزانوں کو لینے سے انکار کر دیا، جن کے بارے میں قرآن کا اعلان ہے۔ اے لوگو تمہارے پاس ایک پیغمبر تشریف لائے جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں، جن کو تمہاری تکلیف کی بات نہایت گراں گذرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں (یہ حالت تو سب کے ساتھ ہے بالخصوص) ایمانداروں کے ساتھ نہایت ہی شفیق اور بڑے مہربان ہیں۔

اگر انسانیت کی سربلندی میں آج کوئی شخصیت، کوئی ہستی نظر آتی ہے تو وہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے، تاریخ عالم ان کی نظیر پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہے، تاریخ عالم میں ان کی کوئی مثال نہیں ملے گی، جس کو پتھر مارے گئے ہوں اس نے پھولوں کا گلدستہ پیش کیا ہو، جس پر کوڑا پھینکا گیا ہو، وہ کوڑا پھینکنے والی کی بیمار پرسی کو گیا ہو، جس کو گالیاں دی گئی ہوں اس نے رحمت کی دعائیں دی ہوں، اگر ایسی کوئی مثال ملے گی تو وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں ملے گی، پورے عالم میں جس وقت اندھیرا ہی اندھیرا تھا، جب بیٹیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا، طاقتور کمزور کے ساتھ وحشیوں جیسا سلوک کرتا، جب خدا کو چھوڑ کر لکڑی، پتھر اور دوسری مخلوق کو معبود قرار دیا جاتا تھا، معاشرے میں عورت کو گری پڑی حقیر چیز سمجھا جاتا تھا۔ ایسے حالات میں اللہ رب العزت نے آپ کو توحید کا پیغام دینے کیلئے بھیجا، ہر فرد کے درمیان برابری، رحم اور بھائی چارگی اور محبت کا پیغام لے کر مبعوث کیا، انہوں نے ظلم و جہالت کے اندھیروں میں اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کیلئے تلوار کا نہیں، بلکہ اپنے بہترین اور اعلی اخلاق و کردار کا استعمال کیا، کچھ بیوقوف و جاہل لوگ کہتے ہیں اسلام تلوار کے بل پر پھیلا، ذرا آؤ اور میرے نبی کی سیرت کو اٹھا کر دیکھو اور بتاؤ کہ کیا واقعی اسلام تلوار کے زور سے پھیلا؟؟؟

خدا کی قسم اسلام تو اللہ کے فضل سے، میرے نبی کے کردار سے پھیلا، میرے نبی کی دعاؤں سے پھیلا، ان کی قربانیوں سے پھیلا، ان کے صحابہ کی بے مثال قربانیوں سے پھیلا۔ جب پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے کلمہ کو لے کر طائف گئے تو وہاں کے لوگوں نے کیا کیا؟؟ عربوں کی مشہور مہمان نوازی کا بھی پاس نہیں رکھا، بات تک سننا گوارا نہ کیا، وہاں کے بدمعاش اور اوباش قسم کے لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا، ان پر پتھروں کی بارش کی گئی، اور پتھر بھی کیسے، جن سے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں کو زخمی کر دیا، اور اتنا زخمی کیا کہ نعلین مبارکین خون سے بھر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میرے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ طائف کا دن تھا۔ وہ ایسا دن تھا کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتے ہوئے اس ظلم کو دیکھ کر رحمت خداوندی بھی جوش میں آئی اور فرشتوں سے اللہ رب العزت نے فرمایا! جاؤ میرے محبوب کو جس طرح ہو جا کر تسکین دو، فرشتے دست بستہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اجازت ہو تو اینٹ کا جواب پتھروں سے نہیں بلکہ چٹانوں سے دیا جائے، آپ کی اجازت ہو تو دونوں پہاڑوں کو ملا دیا جائے اور طائف والوں کا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! مجھے امید ہے کہ ان کی اولادوں میں سے تو کوئی ہوگا جو اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرے گا، جب بدر کی جنگ میں مسلمانوں کی فتح ہوئی تو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے ساتھ آسانی، نرمی اور معافی کا معاملہ فرمایا، ان کے فدیہ کو قبول کیا اور جو فدیہ نہیں دے سکتے تھے انہیں بنا فدیہ کے آزاد کر دیا۔ آج اگر ہمارا دشمن، ہمارا مقابل، ہمارا قیدی بن جائے تو ہم تو اسے ہر طرح سے اذیت پہنچائیں گے، قیدی تو دور کی بات، ہمارے معاشرے میں تو اپنوں کے ساتھ بھی بڑا ظالمانہ سلوک کیا جاتا ہے، مگر میرے نبی کریم نے اپنے قیدیوں کو مہمانوں کی طرح کھانا کھلاتے ہیں، اے منکرین میرا تمہیں چیلنج ہے میرے نبی کے جیسا لا کر تو دکھا دو، جب اسلام کی سب سے مدینہ منورہ میں پہلی مسجد صحابہ کرام نے بنانی شروع کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ کڑی دھوپ میں اینٹیں، پھر اٹھ کر تعمیر کا کام کیا۔ اے لوگو! جانتے ہو، یہ کون کام کر رہا ہے؟ دو جہاں کا دولہا، دو جہاں کا سردار جس کو آسمان وزمین کی چابیاں پیش کی گئیں تو اس نے لینے سے انکار کر دیا، جنہیں رب نے معراج عطا کی، جہاں کوئی رسول و پیغمبر تو کیا فرشتے کو بھی پر مارنے کی اجازت نہیں، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور بلایا بھی کس طرح سے فرمایا، اے محبوب قریب آیئے اور قریب آیئے۔ اس پیاری وعظیم شخصیت نے ہمیشہ ہمدردی و مساوات کا درس دیا، غزوہ خندق کھودنے کے وقت بھی پیارے نبی نے مسلمانوں کا ساتھ دیا اور ان کا ہاتھ بٹایا، حالات اس وقت کے یہ تھے کہ کڑاکے کی سردی تھی، بھوک کی وجہ سے صحابہ کے پیٹ پر ایک پتھر تھا تو میرے آقا کے پیٹ پر دو پتھر بندھے تھے۔

ابوسفیان جنہوں نے اسلام لانے سے قبل آپ کو بہت اذیتیں پہنچائی، آپ کا مذاق اڑایا، اور نازیبا حرکتیں کیں، آپ نے انہیں معاف فرما دیا اور فرمایا: آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ جب مکہ فتح ہوا تو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے کا طواف کیا اور ختم طواف پر حضرت عثمان بن طلحہ جن کے پاس خانہ کعبہ کی چابی تھی انہیں بلایا، کعبے کا دروازہ کھولا، اس وقت صحابہ کے دل میں یہ بات تھی کہ ہم میں سے چابی لینے کا شرف کس کو ملے گا کیونکہ حضرت عثمان نے مدینہ کی ہجرت سے پہلے آپ کو چابی دینے سے انکار کر دیا تھا، آپ کی توہین کی تھی، اس وقت پیارے نبی نے صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا: اے عثمان دیکھنا ایک دن اس کی چابی میرے ہاتھ میں ہوگی، اس وقت میں جس کو چاہوں گا اس کو دونگا، اس کے جواب میں ابوطلحہ نے کہا تھا وہ دن قریش کی ذلت کا دن ہوگا، تباہی کا دن ہوگا اس دن قریش کیا عزت پائیں گے"۔ اب جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوری ہوگئی تو ابوطلحہ کو پرانی بات یاد آ گئی، عمر قربان جایئے آپ اللہ کے اعلی اخلاق پر، ان کے کردار پر کہ انہوں نے وہ نہیں کیا جو ابوطلحہ نے کیا تھا، بلکہ آپ نے فرمایا آج معافی کا، وفا کا دن ہے، ابوطلحہ یہ چابی لو، اب یہ ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی، اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کو بلا کر پوچھا: آج کے دن تم مجھ سے کیا توقع رکھتے ہو؟ قریش مکہ نے کہا: آپ کریم ہیں، نبی کریم ہیں، ہم آپ سے خیر کی ہی توقع رکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے جو کہا تھا، وہی میں تم سے کہتا ہوں، آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔ جنگ احد میں جب عتبہ نے آپ پر پتھر چلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہو گئے اور چہرہ انور خون آلود ہو گیا تو بعض حاضرین نے عرض کیا، اس موذی کیلئے بددعا فرمائیں، حضور نے نے یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ میری قوم کو ہدایت دے، یہ انجان ہیں۔

ایک بدوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر پکڑ کر اس زور سے کھینچی کہ گردن مبارک پر نشان پڑ گیا اور یہ کہا کہ میرے اونٹوں پر غلہ لا دو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرما کر اونٹوں پر غلہ لدوا دیا اور اس کو کچھ نہیں کہا، یہی نہیں میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر آئے ایک مشرک کی نجاست کو بھی صاف کیا جو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے بستر پر کر گیا تھا، میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے اس بستر کی گندگی کو دھویا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور کردار کی کیا تعریف کروں، اور کیا لکھوں، میں ناقص العقل ہوں، میرا قلم کوتاہ ہے، میری زبان گناہ آلود ہے، بس آخر میں یہی عرض ہے کہ اگر میرے نبی کا کردار اپنا لیا جائے تو دنیا کے حالات بدل جائیں دنیا میں ہی جنت کا مزہ آنے لگے۔

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد اسعداللہ قاسمی

بائیڈن انتظامیہ اسرائیلی شہریوں کو بغیر ویزا امریکہ داخلے کی اجازت کیلئے تیار

بائیڈن انتظامیہ اس ہفتے اسرائیل کو ایک خصوصی کلب میں داخل کرنے کے لیے تیار ہے جس کے تحت فلسطینی امریکیوں کے ساتھ اسرائیلی حکومت کے سلوک کے بارے میں خدشات کے باوجود اسرائیلیوں کو ویزا کے بغیر امریکہ جانے کی اجازت دے دی جائے گی، امریکی حکام کا کہنا ہے کہ اسرائیل کے ویزا ویور پروگرام میں داخلے کا اعلان ہفتے کے آخر میں کیا جا سکتا ہے، ہفتے کے روز وفاقی بجٹ سال کے اختتام سے عین قبل یہ اعلان کیا جائے گا اور یہ اگلے سال سے لاگو ہوگا، ہوم لینڈ سکیورٹی کا محکمہ اس پروگرام کا انتظام کرتا ہے، اس وقت اس پروگرام کے تحت 40 کے قریب زیادہ تر یورپی اور ایشیائی ملکوں کے شہریوں کو بغیر ویزے 3 ماہ کے لیے امریکہ جانے کی اجازت ہے، سیکریٹری آف اسٹیٹ انٹونی بلینکن کی جانب سے اسرائیل میں داخل ہونے کی سفارش موصول ہونے کے فوراً بعد اس معاملے سے واقف پانچ عہدیداروں نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر کہا کہ ہوم لینڈ سکیورٹی کے سیکرٹری الیجینڈرو میئرجلد ہی یہ اعلان کرنے والے ہیں تاہم ابھی تک اس حوالے سے حتمی فیصلہ نہیں ہوا (ایجنسی)

امریکہ اور چین ایک دوسرے کی جاسوسی میں مصروف: ذرائع

دُنیا کے دو بڑے مما لک امریکہ اور چین کے حوالے سے سامنے آنے والی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ دونوں مما لک ایک دوسرے کی جاسوسی کی کوشش میں بھرپور انداز میں مصروف ہیں، امریکی اخبار ''نیویارک ٹائمز'' نے ایک رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ واشنگٹن ڈی سی اور بیجنگ میں قائم حکومتیں ایک دوسرے کی طاقت کو چیلنج کرنے کے لیے خطرناک حد تک جاسوسی کی کوشش جاری رکھے ہوئے ہیں، رپورٹ کے مطابق امریکہ کے خفیہ ادارے سینٹرل انٹیلی جینس ایجنسی (سی آئی اے) کے اہلکاروں سے کیے گئے انٹرویوز میں سامنے آیا کہ صدر جو بائیڈن کی ایما پر چین کو امریکی طاقت کو عالمی طور پر چیلنج کرنے سے روکنے کے لیے ایک گونا گوں جاسوسی کی پالیسی اختیار کی گئی ہے جب کہ بیجنگ بھی امریکہ میں ہر شعبے میں جاسوسی اور معلومات جمع کرنے کی کوشش جاری رکھے ہوئے ہے۔ (ایجنسی)

دبئی میں مقیم پاکستانی خاتون مہم جو اگلے ماہ تاریخی خلائی سفر کرنے کیلئے تیار

پاکستانی خاتون مہم جو اپنے ملک کی وہ پہلی شخصیت بننے کے لیے تیار ہیں جو 5 اکتوبر کو ورجن گیلیکٹک کی نجی کمرشیل خلائی پرواز کے ساتھ خلائی سفر کا آغاز کرنے والی ہیں، اپنے اس خواب کو حقیقت کے روپ میں دھالنے کے لیے انہیں 17 سال کا طویل انتظار کرنا پڑا ہے۔ 2004 میں وجود میں آنے والی اور کیلیفورنیا میں قائم ایک خلائی پرواز کمپنی ورجن گیلیکٹک اگلے ماہ اپنی چوتھی تجارتی خلائی پرواز شروع کرے گی جس میں امریکہ، برطانیہ اور پاکستان سے تین خلائی سیاح ہوں گے، دبئی میں مقیم نمیرہ سلیم Namira Salim خلا کا سفر کرنے والی پہلی پاکستانی بن کر تاریخ رقم کریں گی۔ (ایجنسی)

چین اور شام کے درمیان اسٹریٹجک پارٹنرشپ کا اعلان

چین اور شام کے درمیان اسٹریٹجک پارٹنر شپ کا اعلان کیا گیا، یہ اعلان شام کے صدر بشار الاسد کے تقریباً دو دہائیوں میں اتحادی ملک کے پہلے سرکاری دورے کے دوران کیا گیا، یہ دورہ عالمی سطح پر خاص طور پر مشرق وسطیٰ میں اپنے کردار کو بڑھانے کے لیے چینی کوششوں کی عکاسی کر رہا ہے، چینی حکومت برسوں سے ایک سفارتی نقطہ نظر پر عمل پیرا ہے جس کا مقصد اپنی سیاسی اور اقتصادی موجودگی کو اجاگر کرنا اور شام جیسے جنگ اور تنہائی کا شکار ملکوں کے ساتھ تعلقات کو فروغ دینا ہے، دوسری طرف دمشق بھی تعمیر نو کے مرحلے کے لیے اتحادی ملکوں کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے، شام میں لڑائی شروع ہونے کے بعد 12 سال گزر گئے ہیں اور جنگ نے اس کے بنیادی ڈھانچے کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ (ایجنسی)

بچوں کی قاتل برطانوی نرس کے خلاف مقدمہ کی دوبارہ کارروائی کا آغاز

برطانوی عدلیہ نے اعلان کیا ہے کہ بچوں کے قتل میں ملوث نرس لوسی لیٹبی جسے اگست میں سات نوزائیدہ بچوں کو قتل کرنے کے جرم میں عمر قید کی سزا سنائی گئی تھی پر ایک اور بچی کو قتل کرنے کی کوشش کے الزام میں دوبارہ مقدمہ چلایا جائے گا، شمالی برطانیہ میں مانچسٹر کی عدالت نے اگست کے وسط میں 33 سالہ نرس کو 2015 اور 2016 کے دوران سات نوزائیدہ بچوں کو قتل کرنے اور ہسپتال میں جہاں وہ کام کرتی تھی چھ دیگر افراد کو قتل کرنے کی کوشش کا مجرم قرار دیا۔ لسی لیٹبی جس نے 10 ماہ کے مقدمے کے دوران بے قصور ہونے کا دعویٰ کیا، اسے کم سے کم سزا کے امکان کے بغیر عمر قید کی سزا سنائی گئی یہ حکم انگریزی عدلیہ نے شاذ و نادر ہی جاری کیا ہے۔ (ایجنسی)

لبنان میں 14 سالہ لڑکی تشدد اور زیادتی کا شکار

لبنان میں ایک نوعمر 14 سالہ لڑکی کو تشدد اور عصمت دری کا نشانہ بنا دیا گیا۔ خبر سامنے آنے پر ملک بھر میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی ہے۔ سماجی رابطوں کی ویب سائٹس پر بڑے پیمانے پر ایک ویڈیو پھیلائی گئی جس میں نوعمر لڑکی کو ایک درندہ صفت شخص نے زیادتی کا نشانہ بنایا تھا، اوباش لڑکی کو ورغلا کر بیروت کے شمال میں صابرہ کے علاقے میں ایک اپارٹمنٹ میں لے گیا اور ہوس کا نشانہ بنایا، مقامی میڈیا کے مطابق مریم نامی اس لڑکی کو زیادتی سے قبل بہیمانہ تشدد کا بھی نشانہ بنایا گیا، اپارٹمنٹ میں موجود ایک تیسرے شخص نے اس درندگی کی ویڈیو بنائی، ویڈیو سامنے آنے پر سعید الغواش کیمپ صابرہ میں انٹیلی جنس ڈائریکٹوریٹ فوری حرکت میں آ گئی، اہلکاروں نے ایک فلسطینی اور ایک شامی شہری کو لڑکی سے زیادتی کے شبہ میں گرفتار کر لیا (ایجنسی)

شادی کی تقریب میں آتشزدگی، 100 سے زائد ہلاک، 150 زخمی

عراق کے صوبے نینوی میں ایک شادی کی تقریب کے دوران آتش زدگی کے نتیجے میں 100 سے زیادہ افراد ہلاک اور 150 زخمی ہو گئے ہیں، خبر رساں ادارے کے مطابق ڈسٹرکٹ ہمدانیہ کے ایک شادی ہال میں گذشتہ منگل کی شب شادی کی تقریب کے دوران آتش بازی سے اچانک ہال میں آگ بھڑک اٹھی جس نے دیکھتے ہی دیکھتے پورے ہال کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، آتش زدگی کے بعد بھگ دڑ مچ گئی اور مہمانوں نے ادھر ادھر بھاگنا شروع کر دیا تاہم آگ اتنی خوفناک تھی کہ اس نے ہال میں موجود ہر چیز کو جلا کر خاک کر دیا، عینی شاہدین کے مطابق آگ مقامی وقت کے مطابق 10 بج کر 45 منٹ پر لگی اور اس وقت تقریب میں خواتین اور بچوں سمیت سینکڑوں مہمان موجود تھے، صوبہ نینوی کے ڈپٹی گورنر حسان الحق کے مطابق واقعے میں 113 افراد کی ہلاکت کی تصدیق ہوئی ہے جب کہ سرکاری میڈیا نے کم از کم 100 افراد کی ہلاکت اور 150 کے زخمی ہونے کی اطلاع دی ہے، واقعے کے بعد وفاقی عراقی حکام اور عراق کے نیم خود مختار کردستان کے علاقے کی انتظامیہ کی جانب سے ایمبولینسز اور طبی عملہ جائے وقوعہ پر پہنچا اور اس نے امدادی سرگرمیوں کا آغاز کیا، سرکاری میڈیا کا کہنا ہے کہ ابتدائی رپورٹ میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ عمارت انتہائی آتش گیر تعمیراتی مواد سے بنی ہوئی تھی جو آگ تیزی سے پھیلنے کی وجہ بنا، امدادی رضا کار بدھ کی صبح تک متاثرہ مقام پر سرچ آپریشن جاری رکھے ہوئے تھے (ایجنسی)

ہالینڈ کی عدالت نے قید فلسطینی رہنما کی حراست میں کی توسیع

ہالینڈ میں روٹرڈیم کی عدالت نے یورپی فلسطینی کانفرنس کے سربراہ کی نظر بندی میں توسیع کا فیصلہ کیا جب کہ عدالت کے قرب وجوار میں ان کی رہائی کا مطالبہ کرتے ہوئے یکجہتی کا مظاہرہ دیکھنے میں آیا، عدالت کے ساتھ موجود ذرائع نے تصدیق کی کہ روٹرڈیم کی عدالت کے جج نے امین ابوراشد کی حراست میں 7 دسمبر 2023 تک توسیع کا فیصلہ کیا، عدالتی سیشن کے ساتھ ساتھ درجنوں فلسطینیوں، عربوں اور غیر ملکیوں نے ہالینڈ کی روٹرڈیم کی عدالت کے سامنے ڈچ جیلوں میں نظر بند فلسطینی کارکن امین ابوراشد کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے احتجاجی مظاہرہ کیا، ابوراشد فلسطینی نژاد ڈچ شہری ہیں جو یورپی فلسطینی کانفرنس کے سربراہ ہیں، انہوں نے یورپی براعظم میں فلسطین اور اس کے کاز کے لیے انصاف کا مطالبہ کیا اور فلسطینیوں کے حقوق کے دفاع کے لیے آواز بلند کی، تین دہائیوں تک تمام شعبوں، خاص طور پر عوامی، خیراتی اور قانونی شعبوں میں سرگرم رہے، فلسطینیوں کی شکایات اور مسائل کو عالمی سطح پر پیش کیا اور فلسطینیوں کو ہر ممکن ریلیف کی فراہمی کے لیے سرگرم رہے (اردو نیوز)

آذربائیجان: آئل ڈپو میں دھماکہ، 125 ہلاک، 200 زخمی

آذربائیجان کے متنازع علاقے نگورنو کاراباخ میں آئل ڈپو میں دھماکے سے 125 افراد ہلاک ہو گئے، غیر ملکی میڈیا کے مطابق آرمینیا کے مقامی حکام کا کہنا ہے کہ نگورنو کاراباخ کے آئل ڈپو میں دھماکے سے 20 افراد ہلاک ہوئے تھے جب کہ تقریباً 300 افراد کو مقامی ہسپتال میں داخل کرایا گیا جن میں سے درجنوں افراد کی حالت نازک تھی۔ آرمینین وزارت صحت کے مطابق ہسپتال میں زیر علاج 105 افراد چل بسے ہیں جس کے بعد واقعہ میں ہلاک افراد کی تعداد 125 ہوگئی ہے، میڈیا رپورٹس کے مطابق نگورونو کاراباخ کے آئل ڈپو میں دھماکہ ایسے وقت میں ہوا جب آذربائیجان کی جانب سے علاقے میں فوجی آپریشن جاری ہے، آرمینین حکومت کا کہنا ہے کہ اس انکلیو سے اب تک 13 ہزار سے زائد افراد ملک سے انخلا مکمل کر چکے ہیں، میڈیا رپورٹس کے مطابق آئل ڈپو میں دھماکے کی وجوہات فوری طور پر سامنے نہیں آ سکی ہیں، تاہم اس حوالے سے انسانی حقوق کی تنظیم کے اہلکار نے بتایا کہ آئل ڈپو میں دھماکے کے نتیجے میں زخمیوں کی تعداد 200 سے زیادہ ہے (ایجنسی)

سویڈش میں پولیس نے مسجد میں آتشزدگی کے واقعے کی تحقیقات شروع کی

سویڈن میں پولیس نے گذشتہ روز ملک کے وسطی علاقے میں واقع ایک مسجد میں آتشزدگی کے واقعے کی تحقیقات شروع کر دی ہے اور کہا ہے کہ اس کی تحقیقات اس نکتے پر مرکوز ہے کہ آیا مسجد میں لگی آگ آتش زنی کا نتیجہ تھی یا نہیں، سویڈش پولیس نے منگل کو اپنی ویب سائٹ پر ایک بیان میں کہا ہے کہ وہ عینی شاہدین سے پوچھ تاچھ کرے گی اور اس بات کی تصدیق کرے گی کہ آیا علاقے میں سکیورٹی کیمرے موجود تھے یا نہیں، پولیس کے ایک ترجمان نے فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی کو بتایا کہ اسٹاک ہوم سے 150 کلومیٹر مغرب میں ایک لاکھ آٹھ ہزار افراد کی آبادی پر مشتمل قصبے ایسکلسٹونا میں واقع ایک مسجد میں پیر کی سہ پہر کے قریب آگ بھڑک اٹھی تھی، اس کے نتیجے میں کوئی شخص زخمی نہیں ہوا، اس واقعہ میں کوئی مشتبہ شخص ہے اور نہ ہی کوئی گرفتاری عمل میں آئی ہے، مسجد کے ترجمان انس دیبنیشے نے اے ایف پی کو بتایا کہ آتش زدگی کے نتیجے میں مسجد قریباً مکمل طور پر تباہ ہو چکی ہے اور کچھ بھی نہیں بچایا جا سکا ہے (نیوز ایجنسی)

امریکی صدر کے کتے نے خفیہ سروس ایجنٹ کو گیارہویں مرتبہ بھی کاٹ لیا

امریکی صدر جو بائیڈن کے جرمن شیفرڈ کتے ''کمانڈر'' نے ایک بار پھر خفیہ سروس ایجنٹ کو کاٹ لیا، خفیہ سروس ایجنٹ پر یہ گیارہواں تصدیق شدہ حملہ ہے، غیر ملکی میڈیا رپورٹس کے مطابق یو ایس ایس چیف آف کمیونیکیشن انتھونی گگلیمی کے جاری کردہ بیان میں کہا گیا ہے کہ وائٹ ہاؤس کے جرمن شیفرڈ کتے ''کمانڈر'' نے خفیہ سروس ایجنٹ پر پیر کی رات 8 بجے کے قریب حملہ کیا، جس کا علاج وائٹ ہاؤس میں جاری ہے، انہوں نے بتایا کہ زخمی آفسر سے رابطہ کیا گیا ہے اور وہ اب پہلے سے بہتر ہے (ایجنسی)

Scanned with CamScanner

حقوقِ نسواں، رحمتِ عالمؐ کے ارشادات وکردار کی روشنی میں

ڈاکٹر مرضیہ عارف (بھوپال)

☆حضورانور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعث کے وقت پورا عالم اور خاص کر جزیرۂ نما عرب گہری تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا چہار طرف فسق وفجور، جہالت وگمراہی اور وحشت وبربریت کا دور دورہ تھا ،تہذیب، اخلاق، امن، انصاف اور محبت واخوت کا دور دور تک نشاں نہ تھا حقوق انسانی بے دردی سے پامال کئے جارہے تھے، جہالت وگمراہی کا سب سے بڑا نشانہ عورت کی ذات بنی ہوئی تھی، اکثر لڑکیاں پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردی جاتیں، عورتوں کو پیر کی خاک سے بدتر سمجھا جاتا، ایک ایک مرد اپنے پاس لاتعداد عورتیں جمع کر لیتا تھا اور موت کے بعد یہ تمام عورتیں مال وجائیداد کی طرح ترکہ کے طور پر اس کی اولاد میں تقسیم ہوجاتی تھیں، عورت کا نہ تو ماں باپ کی وراثت میں حق تھا، نہ ہی شوہر کے مال واسباب میں اور اس وقت عالم عرب پر ہی کیا موقف پوری عالم انسانیت اسی بے راہ روی اور گمراہی کا شکار بنی سسک رہی تھی، پوری دنیا میں بیٹیوں کا پیدا ہونا نحوست وادبار کی علامت شمار کیا جاتا تھا۔ مغرب میں تو عورت کے قتل کا جرم بھی قابل سزا نہ تھا، ایران میں دو قسم کی بیویاں پائی جاتی تھیں پہلی قسم کی بیویوں اور ان کی اولاد کا جائیداد وترکہ میں حصہ تھا مگر دوسری قسم اس سے محروم تھی، وہاں بیویاں بغیر کسی قباحت کے آپس میں تبدیل کرلی جاتی تھیں۔ ایرانی قانون نے غلام اور عورتوں کو ایک ہی سطح پر رکھ چھوڑا تھا، خود ہندوستان میں عورتوں کو جملہ برائیوں اور ناآسودگیوں کا مجموعہ تصور کیا جاتا تھا، عورتوں کے لئے یہ قانون نافذ تھا کہ اگر کوئی عورت صرف لڑکیاں پیدا کرے تو اس سے رشتہ ازدواج منقطع کرلیا جائے، یہاں اونچی ذات کے لوگ عام لوگوں سے کہیں زیادہ عورتیں رکھنے کے حقدار تھے، عورتوں کو ان کے خاوندوں کے مردہ جسموں کے ساتھ زندہ نذر آتش کردیا جاتا تھا۔ ''ستی'' کی اس رسم کو مذہبی روایت کا درجہ حاصل تھا۔

حقوق نسواں کے لحاظ سے اس بدتر اور تاریک دور میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہادی برحق اور رحمت عالمؐ بن کر دنیا میں تشریف لائے اور آپؐ نے عورت کو معاشرہ میں ایک اہم مقام عطا کرکے معاشرہ کا قابل احترام حصہ قرار دیا۔

حقوق نسواں اور اقوال نبوی

رسول پاکؐ نے واضح طور پر فرمایا: ☆ماں (کی حیثیت سے عورت) کے قدموں کے نیچے جنت ہے ☆تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو عورتوں کے حق میں بہتر ہے ☆دنیا کی اعلیٰ ترین نعمت ایک نیک اور صالح بیوی ہے ☆لڑکیوں سے نفرت نہ کرو میں خود لڑکیوں کا باپ ہوں ☆ جس کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو فرشتے آکر سلام کرتے ہیں اور لڑکی کو اپنے پروں کے سایہ میں لے لیتے ہیں، اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس ناتواں وکمزور جان کی جو شخص پرورش کرے گا قیامت کے دن خدائے پاک اُس کا مددگار ہوگا ☆ جس شخص نے بیٹیوں کی جوانی تک پرورش کی تو روز قیامت وہ اور میں دو ملی ہوئی انگلیوں کی طرح ساتھ ہوں گے ☆ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو طلاق لینے کا حقدار بنایا، اُسے باپ بھائی اور شوہر کے لئے باعث ثواب بتایا، اُسے باپ بھائی اور شوہر کے ترکہ و مال میں حصہ کی خوشخبری سنائی، مہر کو عورت کا حق قرار دیا، اور سب سے بڑھ کر انسانیت کی تاریخ میں پہلی مرتبہ عورت کو ایک ذمہ دار اور قابل احترام ہستی قرار دیا، مگر اسی کے ساتھ عورت کو فطری نسوانیت سے ہٹنے نہ دیا بچوں کی پرورش وتعلیم کے ساتھ گھر کا اُسی کو محافظ بتایا۔

حضورؐ نے عورتوں کو آرائش وزیبائش کی بھی تعلیم دی، آپؐ اُن قریشی عورتوں پر اکثر فخر فرمایا کرتے تھے جو اپنا گھر بار سلیقہ اور خوش اسلوبی سے چلاتی تھیں، حضرت ام سنانؓ بیان کرتی ہیں کہ ''جب میں مسلمان ہوئی تھی نبیؐ نے میرے ہاتھوں میں مہندی اور چوڑیاں نہ دیکھ کر فرمایا کہ تم عورتوں کے لئے تو یہ کچھ مشکل نہیں کہ اپنے پیرہن رنگ لیا کرو اور ہاتھوں میں چوڑیاں پہن لیا کرو خواہ وہ چمڑے ہی کی ہوں''۔

آج دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مغربی تہذیب وتمدن میں عورتوں کے حقوق کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اور ان کو پوری آزادی حاصل ہے مگر مغرب میں عورت کی آزادی کا ایک تاریک پہلو یہ ہے کہ عورت دن بدن اپنی نسوانی خصوصیات اور دلکشی کھوتی جارہی ہے، مردوں کے مشاغل اور طور طریقے اختیار کرکے عورت نہ تو عورت رہی اور نہ ہی مرد بن سکی ہے بلکہ اپنی تمام تر فطری رعنائیوں کو گنواں بیٹھی ہے۔ حضور پاکؐ نے عورت کو بہت کچھ عطا کیا اور عورت ہی رہنے دیا یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمولی احسان نہیں۔

ہندستانی پارلیمنٹ میں گفتار کے اُسلوب پر قابو رکھنے کے لیے کون سا قانون الگ سے بنایا جائے؟

صفدر امام قادری

پہلا سوال یہی ہے کہ جس ایوان کو قانون بنانے کا اختیار حاصل ہے، کیا اُس کی رفتار اور سَمت میں نامعقولیت آجائے تو اب کسے اور کس قانون سے اُس کی نکیل کسی جائے؟ جمہوریت کے بارے میں یہ عام بات کہی جاتی ہے کہ اِس تنظیم میں اپنی اصلاح اور درستی کے لیے بہترین مواقع ہوتے ہیں مگر سیاسی مصلحت اندیشی اور ووٹوں کے نفع نقصان کے کھیل نے دنیا کے سب سے بڑے جمہوریے کو اُس معیار تک پہنچا دیا ہے جہاں سے پتا نہیں اصلاح کی کوششیں شروع بھی ہوں تو کتنا عرصہ اُس کی درستی میں لگے گا، معاملہ پورے ملک اور دنیا کو معلوم ہے۔ دو سیاسی جماعتوں کے افراد جو پارلیمنٹ کے منتخب ارکان ہیں اور ہندستان کے لاکھوں لوگوں نے اُنھیں ووٹ دے کر اُس ایوان تک پہنچایا ہے مگر حذبِ اقتدار کے ایک رُکن نے اشتعال انگیز انداز میں گفتگو کرتے ہوئے اقلیتی طبقے کے ایک ممبر کو طرح طرح کی سیاسی اور عوامی دشنام طرازیوں کا شکار بنایا۔ جس جوش اور جذبے میں حضور سرگرمِ تقریر تھے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اُس رُکنِ پارلیمنٹ اور اُس قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتے ہیں۔ صرف اُن کے الفاظ غیر پالیمانی، غیر دانش مندانہ اور غیر انسانی نہیں تھے بلکہ اُن کا لہجہ یہ بتا رہا تھا کہ آدابِ پارلیمنٹ سے ہرگز زوہ واقف نہیں۔ سب سے کمال کی بات یہ ہے کہ جب وہ اپنی تقریر فرما رہے تھے، اُنھیں کئی نامور اور سینئر رُکنِ پارلیمنٹ کی مسکراہٹوں کی شاباسی بھی مل رہی تھی۔

ہندستان کا پارلیمنٹ اکثر نازیبا کلمات کی ادیگی پر سخت رُخ اپناتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ پارلیمنٹ کے مالک ومختار اسپیکر ہوتے ہیں اور اُن کی اہمیت اِس وجہ سے بڑھ کر ہوتی ہے کہ وہ ہندستان کے گوشے گوشے سے چُن کر آئے ممبرانِ پالیمنٹ کی قیادت کرتے ہیں۔ اِنھی وجوہات سے پروٹوکال کے معاملے میں اُن کی حیثیت دوسروں سے بڑھ کر ہے۔ پارلیمنٹ میں مختلف جماعتوں اور مکاتبِ خیال کے افراد ہوتے ہیں۔ یہ بات کون نہیں جانتا کہ اُن کے بیچ شدید اختلافات اور سیاسی یا فلسفیانہ اُمور میں بعدِ مشرقین ہوتا ہے۔ جمہوریت کی یہی خوبی ہے کہ مختلف خیالات کے افراد بھی ایک مجلس میں جمع ہوکر ملک وقوم کے فائدے اور ترقی کے لیے غور وفکر کرسکتے ہیں مگر دشواری یہ ہے کہ ہمارے دونوں ایوان میں سیکڑوں کی تعداد میں ایسے افراد ہر بار بھیجے جاتے ہیں جن کا فعل اور کردار کسی طور پر اِس لائق نہیں کہ وہ وہاں بیٹھ کر اپنی قوم کی تقدیر لکھیں۔ رہ رہ کر ایسے اعداد وشمار شائع ہوتے رہتے ہیں کہ تین سو سے زیادہ افراد پر سیکڑوں دیوانی اور فوج داری مقدمات چل رہے ہیں۔ ڈکیتی چوری سے لے کر زنا کاری کے الزامات میں مبتلا لوگوں کی ایک الگ صف بندی ہے۔ ابھی کچھ مہینوں پہلے خاتون پہلوانوں کی تنظیم کے صدر جواب بھی لوک سبھا کے رُکن ہیں، اُن پر جنسی استحصال کے الزامات لگے۔ کشمیر سے کنیا کماری تک ایسے اوصاف سے مزین ڈھیر سارے لیڈران ہیں جو کسی نہ کسی پارٹی کا ٹکٹ لے کر لاکھوں لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر پارلیمنٹ کا الیکشن جیت لیتے ہیں اور پھر اپنے کردار و گفتار سے پوری قوم کو رسوائی کا ٹیکا لگاتے ہیں۔

اکثر سیاست داں اور بڑے سیاست داں معافی مانگتے رہتے ہیں۔ اِس واقعے پر بھی راج ناتھ سنگھ کی طرف سے ابتدائی معافی آئی۔ عین ممکن ہے اُن سے بڑے قد کی لیڈروں سے بھی معافی مانگی جائے۔ بات کو گھما پھرا کر بھی پیش کرنے کی کوشش ہوگی۔ اِس سے پہلے بھی ہزاروں بار ایسے واقعات صوبوں سے لے کر لوک سبھا اور راجیہ سبھا تک ہم نے دیکھا کیے ہیں۔ دشواری یہ ہے کہ ہمارے وزیرِ اعظم، وزیرِ داخلہ اور خاص طور سے اتر پردیش حکومت کے سربراہ کی زبان اتنی بار پھسلی ہے کہ اب وہ لوگ معذرت بھی کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ یہ نئے قصور کی تیاری میں کیا جارہا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ پارلیمنٹ میں کون سے الفاظ بولے جائیں اور کون سے الفاظ نہیں بولیں جائیں، اِس کے بارے میں تحریری اور غیر تحریری اُصول وضوابط پہلے سے مقرّر نہیں ہیں۔ پورے ملک یا دنیا میں گالیوں کے لیے 'اَن پارلیمنٹری' کی اصطلاح عام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ضابطے سے جو بات کی جائے وہ پارلیمانی اور ضابطے سے جو نہ ہو وہ غیر پارلیمانی۔ مسئلہ یہ ہے کہ سب کی آنکھوں کے سامنے ایسے تماشے بار بار ہورہے ہیں اور کسی کے چہرے پر ندامت نہیں ہے۔ اب یہ ایسا ہی ہوگیا ہے کہ کوئی جرائم پیشہ بھری گاڑیوں میں اسلحوں کے ساتھ آئے اور دو چار دس کو مار گرائے۔ دو چار عینی شاہدین ہوں بھی مگر پولس اور سرکاری عملے گواہی سے غائب رہیں گے۔ ہر صوبے کی اسمبلی اور پارلیمنٹ میں ایسے پہچانے جانے والے چہرے موجود ہیں جو کبھی اپنی طرف سے یا کبھی حکومت کی طرف سے اشارہ ملنے پر ایسی حرکتیں کرتے ہیں اور پوری قوم ذلیل ورسوا ہوتی ہے۔ ایک دشواری یہ بھی ہے کہ اِس کی مذمّت کرتے ہوئے ہم صرف ایک چہرے یا ایک نام کو سامنے رکھتے ہیں یا یا تازہ مثال پیشِ نظر ہوتی ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہر سیاسی پارٹی کا فریضہ ہے کہ وہ اِن چہروں یا جمہوری اداروں کا کھلواڑ بنانے والوں کو ابتدائی مرحلے میں ہی روک دے۔ سیاسی پارٹی اگر اُنھیں اپنا اُمیدوار نہ بنائے تو وہ کس طرح پارلیمنٹ یا اسمبلی تک پہنچ پائیں گے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی ہی آخری پارٹی نہیں ہے، ہر سیاسی پارٹی میں ایسے بدتمیز، عاقبت نا اندیش اور غیر جمہوری مزاج کے افراد بھرے پڑے ہیں۔ آخر یہ اسمبلی اور پارلیمنٹ میں اپنے آپ نہیں پہنچ جاتے ہیں۔ اُنھیں وہ پارٹیاں الیکشن میں میدان میں اتارتی ہیں اور وہ جیت کر وبال مچانے کے لیے جمہوریت کے سب سے بڑے مسجد مندر میں پہنچ جاتے ہیں۔

ملک میں ہر طرح کی ملازمت یا کارکردگی کے لیے تربیت دینے کے ادارے ہیں۔ ایک کلرک اور چپراسی کو بھی اُس کے کام کاج سیکھانے کے لیے ہر ادارے میں کچھ نہ کچھ تربیت کا اہتمام ہے۔ صرف قانون بنانے کے یہ سب سے اعلا ادارے ہی ایسے ہیں جن کے افراد کی آزادانہ تربیت کا کوئی باضابطہ ادارا یا کوئی انسٹی ٹیوٹ نہیں ہے۔ ہندستان کی آئین کو ہی سامنے رکھ کر اگر اسمبلی اور پارلیمنٹ کے ارکان کا ایک معروضی امتحان کا ٹیسٹ لے لیا جائے تو دس سے پندرہ فیصد افراد ہی کامیاب ہوسکیں گے۔ اِس کا یہ مطلب ہے کہ اسکل ڈوبلپمنٹ کے ہنگاموں کے اِس دَور میں یہ ارکانِ ایوان ہی ایسے ہیں جو بہت کم جہت سے اعلا تربیت یافتہ ہیں۔

آج ہندستانی سیاست میں کوئی گاندھی یا جواہر لعل نہرو بھی نہیں کہ وہ اپنے جوشیلے بدزبان دوستوں کو اخلاقیات کا درس دیتے۔ پارلیمنٹ میں جب رام منوہر لوہیا نے غصّے میں جواہر لعل نہرو کو 'بیک بینچر' کہا تو کانگریسیوں میں ہنگامہ کرنے کا مزاج پیدا ہوگیا تھا مگر جواہر لعل نہرو نے اُنھیں ڈانٹ پیلائی اور احساس دلایا کہ لوہیا کے مرتبے کی وہ قدر کریں۔ ۱۹۵۷ء میں جب ڈاکٹر ذاکر حسین نے راجیہ سبھا میں بجٹ پر بولتے ہوئے کانگریسی پالیسیوں کی دھجیاں اُڑادی تھیں، اُس وقت بھی لوگوں نے ہنگامہ مچانے کی کوشش کی تھی مگر جواہر لعل نہرو نے لوگوں کو روکا اور ڈاکٹر ذاکر حسین کی مالیات کے تعلق سے علم سے فائدہ اُٹھانے کی بات کی۔ دشواری یہ ہے کہ جواہر لعل نہرو کی بات آتے ہی بعض سیاسی حلقوں میں آگ لگ جاتی ہے۔ گذشتہ دِنوں پارلیمنٹ کی آگ بھی کہیں نہ کہیں جواہر لعل نہرو کا نام آنے سے ہی لگی مگر اقتداری سیاست اور پارلیمنٹ کی اخلاقیات کی بات کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ دشواری یہ ہے کہ رمیش بھدوری کی بات کے الفاظ غلط ہوسکتے ہیں، جوشِ بیان میں اشارات نازیبا ہوسکتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ہندستانی سیاست بالخصوص وزیرِ اعظم کی سیاست اُسی راستے پر گامزن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پارلیمنٹ کا اسپیکر بھی خاموش تماشائی ہے ورنہ اب تک ہاؤس سے برخواستگی کا پروانہ کسی دوسری پارٹی کے لیے اُسی روز جاری ہوجاتا مگر بہ قولِ شاعر:

وہی قتل بھی کرے ہے، وہی لے ثواب اُلٹا

Scanned with CamScanner

سیکولرزم اور دستور ہند

ڈاکٹر ابوذر کمال الدین

ہندوستان میں ایک سیکولر ملک ہےاور سیکولرزم ہمارے دستور کا وہ اصول ہے جس کو سپریم کورٹ کے ایک فیصلے کے مطابق کبھی بدلا نہیں جاسکتا۔ سیکولرزم ہندوستانی دستور کا ایک ایسا خاصہ تھا کہ جب ۲۶/جنوری ۱۹۵۰ء کو ملک کا دستور نافذ کیا گیا اس وقت دستور میں اس لفظ کا ذکر تک نہیں کیا گیا، گویا یہ ایسی جانی مانی حقیقت تھی کہ اس کے اظہار کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اس فارسی مقولے کے مصداق ۔

مشک آنست کہ خود بوید نہ کہ عطار بگوید

لیکن آزاد ہندوستان میں دھیرے دھیرے بعض ایسے حالات اور واقعات رونما ہوئے جن سے محسوس ہونے لگا کہ لوگ سیکولر روایات کو چھوڑ رہے ہیں اور ایک طرف ان کا رجحان بڑھتا جارہا ہے ۔ لہذا ایمرجنسی کے دوران ۱۹۷۶ء میں دستور کی ۴۲ ویں ترمیم کے ذریعہ دستور کے ابتدائیہ (preamble) میں اضافہ کرتے ہوئے سیکولرزم کا لفظ جوڑا گیا اور پہلی بار دستوری طور پر یہ اعلان سامنے آیا:

ہم ہندوستان کی عوام، ہندوستان کو ایک خودمختار، سوشلسٹ، سیکولر عوامی جمہوریہ کے طور پر قائم کرنے کا مقدس عہد کرتے ہیں اور اس کے تمام شہریوں کو سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف حاصل ہوگا۔ تمام شہریوں کو خیال اور اظہار، عقیدہ، ایمان اور عبادت کی آزادی حاصل ہوگی۔ سبھوں کو منصب اور مواقع برابری حاصل ہوگی اور ان کے درمیان بھائی چارہ بڑھایا جائیگا۔ ہر فرد کی عزت کی ضمانت دی جائے گی اور ملک کے اتحاد و سالمیت کو برقرار رکھا جائے گا۔

دستور ہند کی ابتدائیہ (preamble) سے واضح ہے کہ اگر اس میں سیکولر کا لفظ نہیں بھی جوڑا جاتا تب بھی دستور کا تانا بانا سیکولر تھا؛ کیونکہ اس میں انصاف، آزادی، برابری اور بھائی چارہ کے جو اصول شامل کئے گئے وہ تمام شہریوں کے لئے بلاکسی فرق و امتیاز کے یکساں ہیں اور دستور کسی مذہب کا پابند نہیں ہے۔ دستور میں تمام شہریوں کو اپنے عقائد، ایمان اور طریقہ عبادت کی آزادی دی گئی ہے مگر کسی کو کوئی فوقیت یا اولیت نہیں دی گئی ہے۔ دستور میں شہریت (citizenship)، بنیادی حقوق (fundamental rights)، ریاست کے رہنما اصول (directive principles of state policy) اور شہری فرائض نیز مرکزی اور ریاستی حکومت کا ڈھانچہ، نظام عدل اور مقامی حکومت (local self government) کے باب میں جو باتیں کہی گئی ہیں اور جیسی ضابطہ بندی اور تحفظات موجود ہیں اس سے نہ صرف یہ کہ ایک سیکولر ریاست کے خدوخال ابھر کر سامنے آتے ہیں بلکہ اسے ایک بہترین دستور قرار دیا جاسکتا ہے۔ دستور ہند کی مختلف دفعات پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوجائے گی۔ ہندوستان آزادی کی جدوجہد کے دوران جس تلخ اور ناخوشگوار صورت حال سے دوچار ہوا اس میں مختلف مذہبی اور تہذیبی اکائیوں کے درمیان خوف اور باہمی بدگمانی بہت زیادہ تھی اور اقلیتوں کے دل میں یہ خوف جاگزیں ہوگیا تھا کہ اس ملک کی غالب اکثریت ان کو دبوچ لے گی ۔ پاکستان کے مطالبہ کے نام پر اس احساس کو بہتر بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا اور ملک کی آبادی کے ایک بڑے طبقے میں یہ خوف پیدا کیا گیا کہ وہ انگریزوں کی عارضی غلامی سے نکل کر ہندوؤں کی دائمی غلامی میں چلے جائیں گے اور ایک سازش کے تحت ملک کا بٹوارہ ہوگیا۔

تقسیم کے بعد صورت حال میں اس کے علاوہ کوئی تبدیلی نہیں آئی کہ ملک کا مسلم اکثریتی خطہ کاٹ کر پاکستان بنا دیا گیا جبکہ پورے ملک میں سکھ، عیسائی، جین، بودھ اور مسلمان جیسے تھے ویسے ہی رہے۔ اس لئے ملک کے رہنماؤں اور دستو ہند کے معماروں نے تقسیم کے نتیجہ میں پیدا شدہ حالات کے باوجود اپنے موقف میں کوئی لچک اور تبدیلی پیدا نہیں کی اور جنگ آزادی کے دوران اپنے سامنے جدید ہندوستان کا جو ماڈل رکھا تھا اس میں ہی رنگ بھرنے کی کوشش کی ۔ یہی وجہ ہے کہ دستور کا بنیادی ڈھانچہ تقسیم کی تلخیوں کے اثرات سے پوری طرح پاک ہے اور تمام شہریوں کو بلالحاظ مذہب، زبان اور تہذیب کے یکساں حقوق عطا کرتا ہے۔ preamble جیسا واضح کیا جاچکا ہے، دستور کا اصل اساسی (Basic structure of constitution) ہے اس لئے دستور میں درج بنیادی حقوق اور رہنما اصول کی وضاحت اسی کی روشنی میں کی جائے گی۔ چنانچہ دستور کی رو سے سیکولرزم کا مندرجہ ذیل مفہوم ابھر کر سامنے اتا ہے: (۱) برابری : تمام شہری بلالحاظ مذہب وعقیدہ برابر ہوں گے جیسا کہ دفعہ ۱۴ میں درج ہے۔ (۲) عدم مساوات : مذہب، ذات، برادری اور جنس کی بنیاد پر کوئی بھی امتیاز ممنوع ہوگا جیسا کہ دفعہ ۱۵/اور ۱۶ میں درج ہے۔ (۳) اظہار رائے کی آزادی: تمام شہریوں کو بولنے اور اظہار رائے کی آزادی کے علاوہ ہر طرح کی آزادی میسر ہوگی جیسا کہ دفعہ ۱۹/اور ۲۰ میں درج ہے۔ (۴) مذہبی آزادی: تمام شہریوں کو اپنے مذہب کے مطابق عمل کی آزادی ہوگی جیسا کہ دفعہ ۲۵ تا ۲۸ میں درج ہے۔

سیکولرزم کے وسیع تر مفہوم میں دفعہ ۴۴ اور ۴۸ کی شمولیت کی بنیاد پر ایک اہل قلم بسو نے اپنی کتاب constitutional law of india 1998 (p.4) میں سیکولرزم کو ایک مبہم (vague) اصطلاح مانا ہے۔ لہذا ان دونوں دفعات کا عمومی مفہوم میں شامل کرنا بحث کے ایک نئے دروازے کو کھولتا ہے جس پر سنجیدگی سے غور کیا جانا چاہئے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ دستور میں درج بنیادی حقوق عدالت کے ذریعہ نافذ العمل ہیں جبکہ رہنما اصول عدالت کے ذریعہ نافذ العمل نہیں ہیں۔ لہذا ایک کی حیثیت قانونی ہے جبکہ دوسرے کی مشاورتی۔

اس نقطہ نظر سے اگر ہم دستور کا جائزہ لیں تو اسکے مندرجات کو تین بڑے خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) کسی شخص پر حقوق اور ذمہ داری کے باب میں اس کے ساتھ مذہب کی بنیاد پر کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا۔

(۲) ہر شخص کو اپنے مذہبی معاملات میں پوری آزادی ہوگی۔

(۳) ریاست کسی مذہب کی اشاعت یا تبلیغ میں حصہ دار نہیں ہوگی۔

دستور کی دفعات ۵ سے ۸ میں ہر وہ شخص جو ہندوستان میں پیدا ہوا اور جس نے ہندوستانی شہریت حاصل کرلی ہے بلاتفریق و امتیاز اس ملک کا شہری ہے اور اسے تمام شہری حقوق حاصل ہوں گے۔ دستور کی رو سے تمام شہری بلالحاظ برادری، نسل، ذات، مذہب وجنس برابر کے شہری ہیں۔ اس باب میں دفعہ 14 اصل (genus) ہے اور دفعہ 15 اور 16 اس کے متعلقات (species) ہیں۔ دفعہ ۱۴ کے دو حصے ہیں ان میں پہلے کا مفہوم یہ ہے کہ تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں (Equality before law) دوسرے کا مفہوم ہے کہ تمام شہریوں کو یکساں قانونی تحفظ فراہم ہے (Equal protection of the law)۔ اس طرح دفعہ 15(1)، (b),(a)(2)15 اور 16 اور (2)16 میں مذہب کی بنیاد پر کسی نوع کا امتیاز بالخصوص روزگار اور دیگر معاملات میں کوئی امتیاز نہ کرنے کی ہدایت موجود ہے۔ اسی طرح دفعہ 25 اور 26 مذہبی آزادی کو محقق کرتی ہیں۔ دفعہ 17 میں چھوا چھوت کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اور b(2)25 کے تحت ہندوؤں کے تمام مذہبی ادارے جو عوامی نوعیت کے ہیں وہ سماج کے تمام طبقات کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔

دستور کی دفعات 25 اور 28 میں جس مذہبی آزادی کا ذکر ہے اس کو granevile austin نے اپنی کتاب The constitution of india میں conscience the constitution کہا ہے۔ دستور کی دفعات 25 اور 26 میں جو حقوق دئے گئے ہیں وہ عوامی نظم (public order)، اخلاق (morality)، صحت (Health) اور دستور کے دیگر مندرجات کے مدنظر ہیں۔ یعنی ان چیزوں کی حفاظت کے لئے سرکار اس میں مداخلت کرسکتی ہے مگر انکی رعایت کے بغیر ایسا کرتی ہے تو یہ اس حق کی خلاف ورزی مانی جائے گی۔ دفعات 25 اور 26 میں جو مذہبی حق حاصل ہے اس میں اپنے مذہب کا اعلان کرنے اور اس پر عمل کرنے نیز اس کی تبلیغ اور اشاعت کا حق بھی شامل ہے۔ دفعہ 26 میں اپنے مذہبی امور کی انجام دہی اور مذہبی اور رفاہی ادارے کے قیام، اس غرض کے لئے جائیداد کا حصول اور اس کی نگرانی اور انتظام کا حق حاصل ہے مگر یہ آزادی مشروط ہے یعنی اس کو Mismanage کرنے، برباد یا تلف کرنے کا حق نہیں ہے، دفعہ 27 کے تحت کسی خاص مذہب یا اس کے ذریعہ چلائے جانے والے کسی ادارے کے نظم ونسق کے لئے سرکار، سرکاری فنڈ سے کوئی رقم خرچ نہیں کرسکتی اور دفعہ 28 کے مطابق سرکار کے ذریعہ چلائے جانے والے کسی ادارے میں کوئی مذہبی تعلیم نہیں دی جائے گی، مگر یہ کہ وہ کسی وقف یا ٹرسٹ کے ذریعہ چلائی جاتی ہے، جس کو سرکار مدد دیتی ہے، اس باب میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ کسی شخص کو بغیر اس کی مرضی کے کسی مذہبی تعلیم یا مذہبی کام میں شامل نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ان حقوق کے ساتھ دفعہ (A-(e)15 میں تمام شہریوں پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ تمام شہریوں کے درمیان بلالحاظ مذہب، زبان، علاقہ اور گروہی اختلاف آپسی بھائی چارہ اور ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔

دستور کی دفعہ 326 کے تحت ملک میں ریاستی یا مرکزی حکومت کی تشکیل بالغ حق رائے دہی کی بنیاد پر ہوگی جس میں 18 سال کی عمر کے ہر شہری کو ووٹ دینے کا حق ہے، اسی طرح ملک کے تمام عہدوں، صدر، جمہوریہ، نائب صدر، وزیر اعظم، وزراء، وزیر اعلیٰ، گورنر، سفیر، ہائی کورٹ، سپریم کورٹ کے جج، فوج کے سربراہ، اٹارنی جنرل، سولی سیٹر جنرل، ایڈووکیٹ جنرل، کمپٹر ولر اور آڈیٹر آف انڈیا اور اسی طرح کے تمام چھوٹے بڑے عہدوں پر برادری، مذہب، جنس اور ذات کی تفریق کے بغیر ملک کا کوئی بھی شہری فائز ہوسکتا ہے، جو ان عہدوں پر منتخب ہونے یا نامزد ہونے کی اہلیت رکھتا ہے، پٹنہ ہائی کورٹ کے جسٹس اشوک کمار گنگولی نے خدابخش لائبریری میں سلسلہ خطبات کے تحت اپنے مقالہ Secularism under the constitution & its Practice میں دستور میں درج بعض ایسی مثالیں دی ہیں جن کے بارے میں ان کی رائے یہ ہے کہ وہ دستور کے سیکولر کردار سے تھوڑا منحرف ہیں (Appear to be slightly at variance with the basic secular character of the constitution) ان کے بقول دفعہ 26(c) کے تحت کسی بھی مذہبی اکائی (Religious denomination) کو منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد حاصل کرنے کا حق ہے اور اسی دفعہ کی ذیلی دفعہ (d) کے تحت قانون کے مطابق اس کے انتظام وانصرام کا حق ہے، دفعہ ۲۶/دستور کے حصہ سوم میں یہ بنیادی حق ہے، جبکہ دفعہ (f)(1)19 کے تحت جائیداد کے حق کو 44 ویں ترمیم کے ذریعہ ختم کردیا گیا ہے اور اس طرح جائیداد کا حق اب بنیادی حق نہیں ہے، یہ حق نہ صرف فرد سے لے لیا گیا ہے، بلکہ مذہبی اکائی سے بھی منسوخ ہوگیا ہے، اس لئے یہاں تمام شہریوں کے ساتھ یکساں سلوک کے بنیادی حق پر تھوڑی قدغن لگتی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ (e)26 کے تحت جو بنیادی حق حاصل ہے وہ دستور کی دفعہ 300-A کے تحت نہیں ہے، عام طور پر حکومت شہریوں سے مفاد عامہ میں اگر کوئی جائیداد لیتی ہے تو اس کا معاوضہ وہ اپنے طور پر طے کرتی ہے، جبکہ مذہبی اکائی کی کوئی جائیداد لی جائے گی تو اس کا معاوضہ بازار کی شرح کے مطابق طے ہوگا، رہنما اصول کی دفعہ 48 کے تحت زراعت اور مویشی پروری کی جدید اور سائنسی تنظیم کو ریاست کے رہنما اصول میں شامل کیا گیا ہے اور وہ ہندستان جیسے زراعتی ملک کے لحاظ سے ایک صحیح اور ضروری قدم ہے، مگر اس میں ذبیحہ گاؤ پر پابندی بھی لگائی گئی ہے، جسٹس گانگولی کی رائے میں یہ غیر منطقی (Not very logical) ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ دستور پر ہندو جذبات حاوی ہیں, مذکورہ مندرجات سے ہر شہری کو واقف ہونا چاہئے۔

Scanned with CamScanner

اسلامی تعلیمی اداروں کو ان کے اصلی کردار سے محروم کرنے کی سازش

حضرت مولانا حبیب الرحمان اعظمی نور اللہ مرقدہ

ملت اسلامیہ ہند کے بچوں کی تعلیم و تحصیل کے اعتبار سے اگر تجزیہ کیا جائے تو بلا مبالغہ تیس فیصد بچے ایسے ملیں گے جنھوں نے زندگی میں اسکول یا مکتب کا منھ تک نہ دیکھا ہوگا، باقی ستر فیصد میں ساٹھ فی صد بچے اسکول، کالج وغیرہ عصری تعلیم گاہوں کا رخ کرتے ہیں جن میں تقریباً نصف میٹرک اور ہائی اسکول تک پہنچتے پہنچتے بچند وجوہ تعلیمی مشغلہ کو خیر باد کہہ کر گھر لوٹ آتے ہیں، بس تیس فیصد ہی اعلیٰ تعلیم کے لئے بڑی درسگاہوں تک پہنچتے ہیں۔ بقیہ دس فی صد بچے دینی مدارس میں داخل ہوتے ہیں، پھر اس دس فیصد میں ایک تعداد ایسے بچوں کی ہوتی ہے جن کے والدین اپنی معاشی کمزوری کی بناء پر عصری تعلیم گاہوں کے بارگراں کے متحمل نہیں ہوتے اس لئے انھیں دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، وغیرہ اسلامی مدارس میں بھیج دیتے ہیں، جہاں سے فارغ ہوکر وہ ملی جامعات یا ایسی یونیورسٹیوں میں داخل ہوجاتے ہیں، جہاں مدارس کی سند پر داخلہ مل جاتا ہے۔

یہ مسلم بچوں کی تعلیمی سرگرمیوں کا ایک سرسری تجزیہ ہے جس میں کمی بیشی کی گنجائش سے انکار نہیں، لیکن غیر معمولی تفاوت یقیناً نہیں ہوگا۔ اس تجزیاتی تفصیل کا منطقی تقاضا یہ ہے کہ بہی خواہان ملت اور دانشوران قوم سب سے پہلے ملت کے ان تیس فیصد نونہالوں کی فکر کرتے جو پرائمری اسکول کی تعلیم تک سے نابلد ہیں اور ان اسباب وعوامل کا پتہ لگاتے جن سے مجبور ہوکر ان کے والدین انھیں علم و ہنر سے آراستہ کرنے کی بجائے ان پڑھ اور جاہل رکھنے کو ترجیح دے رہے ہیں پھر اپنے فکر و عمل کو بروئے کار لاکر ان رکاوٹوں کو دور کر کے ان بچوں کو اسکول تک پہنچانے کی سعی مشکور کرتے، پھر دوسرے مرحلہ میں ان تیس فیصد مستقبل کے متوقع معماروں کو اپنی مخلصانہ توجہ کا مرکز بناتے جو منزلِ مقصود تک پہنچنے سے پہلے ہی تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں، اس سلسلے میں بھی سب سے پہلے ان وجوہ واسباب کی تشخیص وتعیین کی جاتی جن سے متاثر ہوکر ہمارے مستقبل کے یہ متوقع معمار بڑی حد تک راستہ طے کر لینے کے باوجود آگے بڑھنے کا حوصلہ کھو بیٹھتے ہیں، پھر دانشورانہ جدوجہد سے انھیں ایسا سازگار ماحول مہیا کیا جاتا کہ راہ کی تکان محسوس کیے بغیر وہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں رہتے۔

لیکن نہ جانے کیوں اس منطقی ترتیب کو پس انداز کر کے قوم کے بہی خواہوں اور دانشوروں کی تمام تر فکری و قلمی توانائیاں ان دس فیصد بچوں کے مستقبل کو تابناک اور روشن بنانے کی تجویزوں پر صرف ہورہی ہیں جو دینی درسگاہوں میں زیر تعلیم ہیں۔ اب اسے قوم کی محرومی بلکہ بدقسمتی سے تعبیر نہ کیا جائے تو پھر کیا کہا جائے کہ ہمارے وہ ساٹھ فیصد نونہال جو تعلیمی تربیت گاہوں سے دور ہوکر در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں وہ تو اپنے بہی خواہوں کی نگاہ التفات سے یکسر محروم رہیں اور ان کی ساری توجہات کا مرکز وہ دس فیصد بچے بن جائیں جو بلاشبہ تعلیمی و تربیتی سرگرمیوں سے وابستہ ہیں۔

''میں ادھر تھا منتظر کرم کہ نگاہ ناز ادھر پڑی''

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ آپ کسی ہندی یا اردو اخبار کو اٹھا لیجئے آپ کو اس میں کسی نہ کسی دانشور مفکر قوم کا آرٹیکل اور مراسلہ دینی مدرسوں کی اصلاح سے متعلق ضرور پڑھنے کو مل جائے گا، گویا ان کی نظر میں قوم مسلم کی زبوں حالی اور زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی پس ماندگی کے تمام تر ذمہ دار یہی قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ اور ان کی درسگاہیں ہیں، قوم کے بہی خواہ ان دانشوروں میں بعض تو اپنی تہمہ داریوں کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے اشارے کنائے میں اور بعض اپنی ظفر مندیوں کے زعم بیجا میں کھل کر مدارس دینیہ اور ان میں پڑھنے پڑھانے والے طلبہ واساتذہ کو قوم وملت پر بوجھ ہونے کا طعنہ دینے میں کسی قسم کا عار محسوس نہیں کرتے اور ملت کو اس بارگراں سے سبکدوش کرنے اور قوم کو فلاح کی راہ پر گامزن کرنے کیلئے ان دینی درسگاہوں کو کم از کم نیم عصری تربیت گاہوں میں تبدیل کردیا جائے تاکہ ملت کے نونہال امام باڑہ اور کالج کی کشاکش سے یکسو ہوکر تہذیب نو سے پورے طور پر فیض یاب ہوسکیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ مسلم معاشرہ کو اپنی تمدنی زندگی کے لئے اگر انجینئر، ڈاکٹر، وکیل، پروفیسر اور سائنسداں کی احتیاج ہے جس کا حصول عصری تعلیم گاہوں کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے، تو کیا مسلم معاشرہ کو اپنے دین ومذہب کی بقاء اور حفاظت کے لئے علوم شریعت کے حاملین اور اسلامی تعلیمات کے ماہرین کی ضرورت نہیں؟ رب کائنات کے اس فرمان کے مطابق "فَلَولاَ نَفر مِن كُلِ فِرقَةٍ مِنهم طَائِفةٌ لِيَتَفَقَهُوا فى الدِين وَلِيِنذِروا قومَهم اذا رجَعُوا لَعَلَّهُمْ يَحذَرُونَ'' اسلامی معاشرہ میں ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جو اسلامی تعلیمات واحکام کی ماہر ہو، اور کون نہیں جانتا کہ جماعتِ مسلمین کے اس اجتماعی فریضہ کو یہی اسلامی علوم کے مراکز انجام دے رہے ہیں۔ اور بغیر کسی تردد کے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اس لادینی اور سیکولر اسٹیٹ میں اسلامی شعار وآثار کے محافظ ونقیب یہی دینی مدارس ہیں، انھیں کی جدوجہد اور سعی وعمل سے ہمارا مذہبی تشخص اور دینی ورثہ جو اپنے آباء واجداد سے نسلاً بعد نسلٍ ہم تک پہنچا ہے غیروں کی دسترس سے محفوظ ہے۔ مدارس کا یہی کردار اسلام دشمن طاقتوں کے لئے سوہان روح بنا ہوا ہے۔ اسلامی تعلیمی اداروں کو ان کے اصلی کردار سے محروم کردینے کے لئے یورپ وامریکہ کی زیر سرپرستی بین الاقوامی سطح پر مہم جاری ہے، مدارس دینیہ اور ان کے خدام، ان دین مخالف طاقتوں کے الزام بیجا اور ستم ناروا کو جھیلتے ہوئے اپنی وسعت وطاقت کے مطابق تحفظ دین کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔ ایسے حالات میں جبکہ اسلام، اسلامی تعلیمات وروایات، اور ان کے علمی وثقافتی اداروں پر ہر طرف سے پیہم حملے ہورہے ہیں ہمارے ان بہی خواہوں اور ملت کے دانشوروں کا مدارس اسلامیہ کی اصلاح وتہذیب کے نام پر یہ موجودہ قلمی جہاد بے وقت کی شہنائی ہے یا بت سحر آفریں کی کارفرمائی۔ خدا ہی بہتر جانے۔

بگولے اس لئے منڈلا رہے ہیں میرے مدفن پر
کہ یہ دھبہ بھی کیوں باقی رہے صحرا کے دامن پر

خانوادۂ ابراہیمی کا تاریخی وجغرافیائی پس منظر

محمد زبیر ندوی

حضرت عیسی علیہ الصلاۃ السلام سے دو ہزار سال قبل؛ ملک عراق کی سلطنت *بابل* دنیا کے نقشے پر متمول ترین اور طاقتور ترین سلطنت تھی، ملک کی سرسبزی وزرخیزی اور معاشی فارغ البالی نے بادشاہ سمیت پورے ملک کو خدا سے برگشتہ اور بے دین بنادیا تھا، رفتہ رفتہ نوبت بایں جا رسید کہ؛ چاند سورج اور ستاروں کی پرستش کے ساتھ بادشاہ کی سنہری تراشی ہوئی مورتی نے *خدائے اعظم* کا رتبہ اختیار کرلیا اور حاجت طلبی اور نذر ونیاز کے لیے اسی سے دہائی لازم ہوچکی تھی، خدا نے ابر کرم کی بوندوں اور باران رحمت کی چھینٹوں سے ان کے دل کی دنیا کو آباد اور روح کو سیراب کرنا چاہا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیج دیا، حضرت ابراہیم نے نبوت کا اعلان اور خدا پرستی کا پیغام لوگوں کو سنایا، بت پرستی کی مذمت اور جھوٹے خداؤں کی نا اعتباری وعاجزی کو واضح کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے بیگانے ہوگئے، اور بیگانے دشمنی پر اتر آئے، قوم نے مارا پیٹا، ڈرایا دھمکایا؛ بالآخر نذر آتش کر کے اپنے دل کی آگ بجھانی چاہی لیکن آگ کے انہیں انگاروں اور آتشی شراروں کو خدا نے گل وگلزار اور لالہ زاروں میں بدل دیا، بالآخر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنا وطن مالوف چھوڑنے پر مجبور ہوگئے، اس مہاجرت میں آپ کی وفا شعار بیوی حضرت سارہ، اور عزیز برادرزادہ لوط بن فاران نے آپ کا پورا ساتھ دیا، یہ سہ رکنی قافلہ اونٹ بھیڑوں کے دودھ پر گزارہ کرتے ہوئے مصر جا پہونچا، مصر کا حاکم رقیون معروف بہ طوطیس اصلا بابل کا باشندہ تھا، اس نے حضرت سارہ سے شادی کرنا چاہی؛ لیکن جلد ہی خدا نے اسے معلوم کرادیا کہ یہ نبی کی بیوی ہیں کوئی اور نہیں، رقیون ابراہیم علیہ السلام سے بیحد متاثر ہوا اور ہموطنی کی مناسبت سے اپنی بیٹی ہاجرہ سے نکاح بھی کرادیا، اور اس طرح حضرت ابراہیم بی بی سارہ کی نسبت سے بابل اور بیوی ہاجرہ کی نسبت سے مصر سے جڑ گئے، آپ نے تیسری شادی بی بی قطورا سے اس وقت کی؛ جب بی بی سارہ کا انتقال ہوچکا تھا، انہیں تینوں بیویوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت اس دنیا میں پھیلی، اور اس شان سے پھیلی کہ دنیا کے ایک بڑے حصے کو انہوں نے محیط کرلیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بی بی ہاجرہ کے بطن سے اللہ نے پہلی اولاد بشکل حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا فرمائی، اور دوسرا بیٹا پہلی بیوی حضرت سارہ سے بشکل حضرت اسحاق عنایت فرمایا، کتب قدیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے وحی کے ذریعے مطلع فرمادیا تھا کہ یہ دونوں بیٹے بڑے بابرکت ہونگے، اور بڑی بڑی قوموں کے جد اعلی ہونگے، اور انکی اولاد کثرت سے گنی جائے گی، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بحکم خداوندی ان کے لئے الگ الگ ملک تقسیم فرمادیا تھا۔

شام کا ملک حضرت اسحاق کے لئے منتخب کیا اور انہیں وہیں بسا دیا، اس میں حکمت یہ تھی کہ بابل چونکہ شام کے مشرق میں واقع ہے؟ اور بابل ان کا ننہال تھا، لہذا انہیں اپنے ننہال سے قریب رہنے کا موقع مل گیا، حضرت اسحاق علیہ السلام کی شادی ان کے نانیہال ہی میں ہوئی، اور ان سے جو نسل چلی ان میں حضرت یعقوب بن اسحاق اور ان کے بارہ بیٹے ہوئے، یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے جو بارہ بیٹے ہوئے انہیں بارہ کی اولاد سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے بنے، اور جن کی داستان سے کتب سابقہ سماویہ لبریز اور قرآن عظیم الشان کا ایک بڑا حصہ بھرا ہوا ہے، اس نسل کی عظمت کے لئے بس یہی بات کافی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تمام انبیاء کرام بجز حضرت اسماعیل اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی خاندان سے ہیں، حضرت داؤد وسلیمان، حضرت موسی وعیسی علیہم السلام اسی خاندان عالیشان کے چشم وچراغ ہیں، اور اس وقت دنیا کے نقشے پر ایک کثیر آبادی اسی نسل کی بسی ہوئی ہے، ریگستان عرب میں واقع وادی بطحاء میں بسنے والے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو والد بزرگوار نے بحکم خداوندی بچپن میں ہی مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ دیا تھا، اور بڑے ہوکر انہوں نے تعمیر خانہ کعبہ میں والد ماجد کی مدد کی تھی، اور بعد تکمیل ایک جامع اور پراثر دعا کرتے ہوئے ایک نبی اور امت کے عطیہ کی درخواست کی تھی جو انکی اس یادگار آباد رکھے، اور انکی یہ درخواست شرف قبولیت سے باریاب ہوئی، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی قبیلہ بنو جرہم جو کہ اطراف مکہ میں آباد تھے کے سردار مضاض کی دختر نیک اختر سے ہوئی، آپ کو اللہ نے بارہ نرینہ اولادیں عطا کیں، یہی اولادیں نسل درنسل پھیلتی پھیلتی پورے عرب پر اس طرح چھا گئیں کہ مغرب میں مصر تک جوان کا ننہال تھا جا ملے، اور جنوب کی طرف ان کے خیمے یمن تک پہونچ گئے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی تیسری بیوی کے فرزندوں بنوقطورا کو آباد کیا تھا، اور شام کی طرف انکی آبادیاں شام سے جاملیں جہاں ان کے بھائی بنو اسحاق آباد تھے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزندوں میں قیدار نہایت نامور ہوئے، قیدار کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہیں، اور انہوں نے بیت اللہ کی خدمت کو اپنا فریضہ سمجھا، جس کی بنا پر اللہ نے ان کی اولاد کو بھی عزت وافتخار عطا کیا، انہیں قیدار کی اولاد میں غالبا 37 یا 40 پشت پر عدنان ہوئے؛ جو نہایت جری، باہمت اور اولوالعزم شخص تھے، یاد رکھنا چاہیے کہ یہ وہی عدنان ہیں؛ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدی پشت میں آپ کے 21 ویں دادا ہیں، عدنان سے چلی نسل میں نضر اور فہر بہت مشہور ہوئے اور علی اختلاف الأقوال انہیں میں سے ایک کا لقب قریش تھا، جس سے یہ قبیلہ قریش کے نام سے مشہور رہا؛ چنانچہ علامہ عراقی نے ایک شعر میں اس جانب اشارہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

اما قریش فالأصح فهر
جماعها و الاكثرون النضر

فہر کی اولاد میں قصی، عبد مناف، ہاشم، اور عبد المطلب نے زبردست شہرت حاصل کی اور انہیں کی نسلیں حجاز میں پھیلتی گئیں، اور بالآخر دعاء خلیل ونوید مسیحا نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل میں اور آپکے جانثار صحابہ اور وفاشعار تبعین کی صورت میں قبول ہوئی اور تا قیامت آپ کی نسل کو محفوظ اور بارآور بنادیا گیا۔ فللہ الحمد والشکر۔

ایں سعادت بزور بازو نیست ☆☆ ☆ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

Scanned with CamScanner

G20 کانفرنس سے ملک کو کیا ملا

بے نام گیلانی

اب تک G20 کا قریب 200 سربراہی اجلاس منعقد ہو چکا ہے۔ ہندوستان میں منعقد امسال کے اجلاس سے قبل گزشتہ سال یہ اجلاس انڈونیشیا میں منعقد ہوا تھا۔ لیکن جس قدر تشہیر ہندوستان میں ہوئی۔ اس قدر کہیں نہیں ہوئی۔ یادش بخیر آج سے کوئی چالیس سال پہلے بھی ہندوستان میں یہ اس اجلاس کا انعقاد عمل میں آیا تھا۔ اس وقت وزیر اعظم ہند محترمہ اندرا گاندھی تھیں لیکن جس طرح فضول خرچی اس دفعہ مشاہدے میں آئی، نہ قبل میں منعقدہ ہندوستان میں وہ نظر آئی اور نہ ہی کہیں اور۔ اس اجلاس میں قریب 4000 کروڑ روپیہ خرچ ہو گیا اور حاصل ندارد۔ بلکہ کتنے مہمانان دل میں خلش لے کر چلے گئے۔ خصوصاً صدر مملکت امریکہ اور صدر مملکت کناڈا۔ یقیناً مہمان نوازی اچھی چیز ہے لیکن اس کے لئے زر وسیم کا برتن خریدنا کہاں کی دانشمندی کہی جا سکتی ہے۔ جبکہ وطن میں کئی کروڑ انسان فاقہ مستی کے لئے مجبور ہیں۔ کتنے بے گھر فٹ پاتھوں پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ جبکہ ایک سے ایک خوبصورت سے خوبصورت ودلکش چینی مٹی کے برتن کثیر تعداد میں بازاروں میں دستیاب ہیں۔ ان سے بھی کام چلایا جا سکتا ہے۔ اب ان ارباب اقتدار سے یہ کون استفسار کرے کہ اجلاس کے اختتام کے بعد وہ سارے زر وسیم کے برتن کیا ہوئے۔

وزیر اعظم ہند شری نریندر مودی نے ''سارا عالم ایک خاندان'' کا نعرہ دیا ہے۔ لیکن آپ یہ لکھنے سے کیوں قاصر ہیں کہ وطن عزیز کے جو بھی انسان ہیں، وہ سب ایک خاندان کے حصے ہیں۔ یہاں جتنے بھی مذاہب کے پیروکار ہیں سب کے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یہاں کے کسی ایک انسان کا نقصان پوری ہندوستانی قوم کا نقصان ہے۔ ایک انسان کی پریشانی پوری ہندوستانی قوم کی پریشانی ہے۔ لیکن جو مشاہدے میں آرہا ہے، وہ یہ ہے کہ وزیر اعظم کے قول وفعل میں واضح طور پر تضاد نظر آتا ہے۔ یعنی منہ میں رام رام بغل میں چھوری۔ آپ عوام الناس میں جو کہتے ہیں انھی خود عملی جامہ نہیں دیتے۔ آپ ہی کو نہیں بلکہ آپ کی پوری ٹولی کو اسلام ومسلم مخالفت سے فرصت ہی نہیں ہے کہ وطن اور اہل وطن کے فروغ کے تعلق سے کچھ غور وفکر کریں۔ معلوم نہیں کیا سبب ہے کہ پوری کی پوری بی جے پی اور آر ایس ایس کی ٹولی روئے ہند سے اسلام کو بے نام ونشاں کرنے کے درپے ہے۔ سبھوں پر ہندوتوا (ساورکر اور ہیڈ گیوار والا ہندوتوا) مسلط کرنے کے لئے کوشاں نظر آتی ہے۔ اب اسے کون سمجھائے کہ ارض ہند پر مسلمانوں کی تعداد ہزار یا لاکھ میں نہیں ہے۔ بلکہ کروڑوں میں ہے۔ گویا ہندوستان سے مسلمانوں کو ختم کرنا مشکل ہی نہیں، ناممکن ہے۔ ہاں ایسی گھناؤنی کوشش سے اقلیم ہند میں خانہ جنگی ہو سکتی ہے۔ جس میں دونوں ہی فرقوں کا زبردست زیاں ممکن ہے۔

لیکن یہ بھی ایک بلا تردید حقیقت ہے کہ بی جے پی اور آر ایس ایس والوں کو محض اقتدار سے غرض ہے۔ خواہ اس کے حصول کے لئے جس کو بھی قربانی کا بکرا بنانا پڑے۔ انہیں ملک اور عوام کے مفاد سے کوئی غرض نہیں۔ یہ بات یوں ہی رقم نہیں کی جارہی ہے بلکہ اس کا ہر ہندوستانی کھلی نگاہوں سے مشاہدہ کر رہا ہے۔ وطن عزیز میں جو بھی فرقہ وارانہ فسادات عمل پزیر ہوتے ہیں۔ ان میں صرف مسلمانوں کا ہی زیاں نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ سناتنوں کا بھی بہت بڑا زیاں ہوتا ہے۔ وہ خواہ جانی ہو یا مالی۔ لیکن یہ اس ملک کی کم نصیبی ہی ہے کہ اہالیان اقتدار کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی ہے، خواہ کوئی مرے کوئی جئے۔ ان کا اقتدار قائم رہے۔ شاید کی سب ہے کہ گزشتہ 620 سربراہی اجلاس میں ترکیہ کے صدر رجب اردوغان نے اپنے خطاب میں واضح کر دیا کہ دنیا کو اسلاموفوبیا سے باز آنا ہوگا۔ جس طرح حکومتیں قرآن کو نذر آتش کرنے کی اجازت دیتی ہیں وہ غلط ہے۔ حقوق اظہار خیال کے نام پر کسی بھی مذہب کے پیرگاروں کے جذبات کو مجروح کرنے سے احتراز برتنا ہوگا۔ اب اس کے خلاف بین الاقوامی پیمانے پر ایک مخصوص آئین وضع کرنا ہوگا اسلاموفوبیا کی جڑیں کافی گہرائی تک پہنچ چکی ہیں۔ انہیں ان گہرائیوں سے ختم کرنا ہوگا۔ تب ہی دنیا امن وامان کے ساتھ زندگی بسر کر سکتی ہے۔ اب اگر ایسا ہی چلتا رہا تو (ہم مسلمانان عالم) خاموش بیٹھے نہیں رہ سکتے ہیں۔ طیب اردوغان کے درج بالا الفاظ کو دنیا مشورہ بھی تصور کر سکتی ہے اور انتباہ بھی۔ اب یہ دنیا خصوصاً ہندوستان پر منحصر ہے کہ اسے کس طرح لیتی ہے۔ طیب اردوغان کے الفاظ میں یہ واضح طور پر نظر آتا ہے کہ وہ کہنا چاہتے ہیں کہ دنیا مسلمانوں کو جس قدر کمزور اور غیر مستحکم تصور کر رہی ہے حقیقتاً یہ اتنے کمزور اور غیر مستحکم نہیں نہیں اگر بہ نگاہ عمیق دنیا کا حربی جائزہ لیا جائے تو جس طرح قبل میں عراق لیبیا بہت مستحکم حالات میں تھے آج ترکیہ اور ایران اسی طرح مستحکم حالات میں ہیں۔ جن سے تصادم کا تصور امریکہ واسرائیل بھی کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ دنیا ویسے ہی فی زمانہ دو خیموں میں منقسم نظر آتی ہے۔ لیکن مشاہدے میں آرہا ہے کہ ایشیائی خیمہ یعنی روس، چین، شمالی کوریا، ایران اور ترکیہ کے اتحاد سے مغربی ممالک کی سانسیں تھم رہی ہیں۔ امریکہ داداگری بھول چکا ہے۔ اسے اب خود اپنی اور اپنے عوام کی حفاظت کی فکر دامن گیر ہے۔ ایسے میں مسلم ملکوں کو کمزور تصور کرنا نادانی ہی پر محمول کی جائے گی۔ چنانچہ نہ صرف G20 ممالک کے ارکان بلکہ دنیا کے تمام ممالک کو اس سلسلے میں انتہائی فکرمندی کے باہم ایک ایسا آئین وضع کرنا ہی چاہئے کہ پھر ایسی نوبت نہ آئے۔ ایسے اقدام سے حقوق انسانی بھی پامال ہوتے ہیں۔ اب جب حقوق انسانی کی بات چھڑی گئی ہے تو اس کے متعلق مزید کچھ گفتگو ہو جائے۔ یہ رقم کرتے ہوئے انتہائی شرمندگی محسوس ہو رہی ہے کہ 20 جیسے عظیم اجلاس کا انعقاد عمل میں آیا۔ لیکن کسی قسم کی کوئی پریس کانفرس نہیں عمل پزیر ہوئی۔ گرچہ وائٹ ہاؤس امریکہ سے اس کے لئے بہت ہی زیادہ دباؤ ڈالا گیا۔ آخر اس کا کیا سبب ہو سکتا ہے۔ آخر مودی جی کے اندر کون سا خوف گھر کر گیا کہ آپ اتنے دباؤ کے باوجود ضروری تصور نہیں کیا۔ اس کا اندازہ تب ہوا جب صدر مملکت امریکہ یہاں سے جانے کے بعد کسی دوسرے ملک میں اپنے خیالات وجذبات کا اظہار کھل کر کیا اور ہندوستان میں G20 اجلاس کے بعد پریس کانفرنس نہ ہونے پر شدید برہمی کا اظہار کیا انہوں نے اظہار خیال کرتے ہوئے ہندوستان میں مسلمانوں پر ہو رہے جبر وظلم پر سخت تنقید کی۔ اس اجلاس سے قبل عالمی حقوق انسانی تنظیم نے ہندوستان میں برپا ہونے والے فرقہ وارانہ فساد نوح اور تری پورہ میں ہوئے فسادات کی جم کر تنقید کی تھی۔ شاید مودی جی کے دل میں یہی خوف ہو کہ کہیں اس اجلاس میں بھی ان واقعات کا ذکر نہ ہو جائے اور عالمی طور پر انہیں شرمندہ نہ کیا جائے۔ پھر اگر ذرائع ابلاغ ان سبھوں کے متعلق سوالات کریں گے تو کیا جواب دیا جائے گا۔ شاید مودی جی یہ فراموش کر گئے کہ کبھی کبھی خاموشی بھی زبان بن جاتی ہے۔ دنیا خاموشی سے بھی سمجھ جاتی ہے کہ معاملہ کیا ہے۔

چنانچہ مودی جی کے بغیر کچھ کہے ہی سارے مدعوئین حقیقت سے واقف ہو گئے۔ اس کے باوجود مودی کو ذرہ برابر بھی شرمندگی محسوس نہیں ہوئی۔ انہیں چاہئے تھا کہ اب سرزمین ہند پر ایسے واقعات کو رونما نہیں ہونے دیتے۔ اس پر قدغن لگانے کے لئے اپنی تمام مشینری کا استعمال کرتے اور وطن کو پر امن وسکون بنانے میں اپنا اعلیٰ کردار نبھاتے۔ لیکن صد افسوس کہ ایسا کچھ بھی عمل پذیر نہیں ہوا بلکہ جو ہو رہا ہے وہ عین اس کے برعکس ہے۔ وزیر اعظم نریندر مودی اپنی پوری مشینری کو ملک میں بدامنی پھیلانے پر مامور کیے ہوئے ہیں۔ جس ملک کا حکمران ہی بدامنی پھیلانا چاہتا ہو۔ اس ملک کا تو بس اللہ ہی حافظ ہے۔

مسکن سے مدفن تک

سعدیہ بنت نفیس

روح قبض ہونے سے پہلے میت کے سامنے اس کے اچھے اور برے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، نیک عمل کو دیکھ کر اس کو خوشی اور مسرت ہوتی ہے، اور برے اعمال دیکھ کر سخت رنج والم میں مبتلا ہو جاتا ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ انسان کی موت کے وقت شیطان سرہانے آکر بیٹھ جاتا ہے اور مرنے والے سے کہتا ہے کہ اگر تو اس بستی اور اذیت سے نجات چاہتا ہے تو ایک مرتبہ زبان سے کہہ دے کہ (معاذ اللہ) اللہ ایک نہیں دو ہیں۔ وقت مرگ مرنے والے کا کلیجہ جلتا ہے اور اس کو شدت کی پیاس ہوتی ہے۔ شیطان کہتا ہے اگر تجھے پانی پینا ہے تو زبان سے اقرار کر لے کہ اس دنیا کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں ہے، پس اگر مرنے والا صاحب ایمان اور سعادت مند ہوتا ہے تو شیطان کو دھتکار دیتا ہے، اس کے بعد شیطان پیروں کی طرف آکے کھڑا ہوتا ہے اور پانی سے بھرا ہوا پیالہ نیچے کر لیتا ہے کہ میری بات مان لے، میں تجھے پانی پلاؤں گا بس اتنی سی بات کہہ لئے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا، یہ اتنا سخت امتحان کا وقت ہوتا ہے کہ اگر مرنے والا با ایمان ہے تو شیطان کا کہا نہیں مانتا اور اگر وہ ارباب شقاوت اور بدبختوں میں سے ہے تو شیطان کے ہاتھ سے پانی کا پیالہ پی کر جہنم کا مستحق بن جاتا ہے۔

روایت ہے کہ جس وقت ابوزکریا زاہدؒ کی موت کا وقت قریب آیا اور جانکنی کا عالم ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ ان کے پاس گئیں اور ان کو کلمہ شہادت کی تلقین فرمائی تو انہوں نے کلمہ سن کر منھ پھیر لیا، اسی طرح دوسری بار بھی کلمہ سن کر منہ پھیر لیا اور تیسری بار سن کر صاف انکار کر دیا کہ میں نہیں کہوں گا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو اتنا صدمہ ہوا کہ آپ بیہوش ہو گئیں، کچھ دیر کے بعد آپ کو ہوش آیا تو ابوزکریا زاہد کو بھی افاقہ ہوا اور ان کے حواس کچھ بجا ہوئے پوچھا تم لوگوں نے مجھ سے کیا کہا تھا؟ حضرت صدیقہ نے فرمایا میں نے تمہیں تین مرتبہ کلمہ شہادت تلقین کی، دو دفعہ تو تم نے سن کر منہ پھیر لیا اور تیسری بار انکار کیا۔ حضرت زکریا زاہد نے جواب دیا کہ شیطان میرے پاس پانی کا بھرا ہوا پیالہ لے کر آیا تھا، میری داہنی طرف کھڑا ہو کر بولا پانی پیو گے، میں نے کہا ہاں، شیطان نے کہا اچھا یوں کہہ کہ عیسی خدا کا بیٹا ہے، میں نے اس کی طرف سے منھ پھیر لیا۔ پھر بائیں طرف آیا اور یہی بات کہی۔ میں نے پھر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر تیسری بار شیطان نے کہا اچھا ''لا الہ'' کہہ لے میں نے اس کو ڈانٹ کر جواب دیا کہ میں نہیں کہوں گا، یہ سن کر شیطان نے پانی کا پیالہ زمین پر پھینک دیا اور فرار ہو گیا۔

رسول اللہ نے فرمایا کہ جس وقت میت کو غسل دیا جاتا ہے تو میت کی روح غسال سے عرض کرتی ہے کہ اللہ کے واسطے جسم مصیبت زدہ ہے اور جب میت کو کفن پہنایا جاتا ہے تو کہتی ہے سر کی طرف بندنہ باندھو، ذرا اپنی اولاد اور عزیز واقارب کا آخری دیدار تو کر لوں۔ جب میت کو غسل و کفن دے کر چارپائی پر لٹا دیا جاتا ہے تو وہ پکار کر کہتی ہے: اے میرے گھر والو! اے میرے پڑوسیو! اے میرے جنازہ اٹھانے والو!، دنیا کے دھوکے میں نہ آنا، دیکھو دنیا نے مجھے کس قدر دھوکے اور فریب میں رکھا، اور تم دنیا کے لہو ولعب میں نہ جانا، جس طرح دنیا نے مجھے پھنسا رکھا تھا، اور میرے اہل وعیال بھی میرے کسی کام نہ آسکے، اس کے بعد جب لوگ قبرستان جانے کیلئے اس کا جنازہ اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک نہ تھا تو کہتا ہے ہائے میری بربادی مجھے کہاں لے جاتے ہو اور انسان کے سوا ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے، اگر انسان اس کی آواز سن لے تو ضرور بیہوش ہو جائے۔ جب میت کا جنازہ لوگ لے کر چلتے ہیں تو اس کی روح فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے، وہ فرشتہ بھی جنازہ کے ساتھ ساتھ چلتا ہے، جب کوئی شخص میت کی بھلائی بیان کرتا ہے تو فرشتہ میت سے کہتا ہے سنو لوگ تمہارے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں، پھر جب میت کو مرقد میں رکھ دیتے ہیں تو فرشتہ روح کو قبر میں چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور میت اپنے غسل دینے والوں اور کفن پہنانے والوں، جنازہ اٹھانے والوں، اور قبر میں اتارنے والوں کو پہچانتی ہے۔ روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے خدائے تعالی سے سوال کیا کہ جنازے کے ساتھ قبر میں جانے والا کس اجر کا مستحق ہے؟ جواب ملا کہ اس کی جزا یہ ہے کہ جب وہ شخص مرجاتا ہے تو فرشتے اس کے جنازے کے ساتھ چلتے ہیں اور عالم ارواح میں فرشتے اس کے جنازے کی نماز پڑھتے ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو فرشتے اس کے جنازے کے آگے آگے یہ کہتے ہوئے چلتے ہیں کہ وہ توشہ آخرت کیا لے کر چلا اور لوگ اس کے پیچھے یہ کہتے ہوئے چلتے ہیں کہ اس نے کس قدر مال اور کیا کیا چھوڑا؟

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جنازے کے ساتھ جانے والوں پر اللہ تعالی ایک فرشتہ متعین کرتا ہے، جب یہ لوگ میت کو دفن کر کے واپس لوٹتے ہیں تو وہ ایک مٹھی مٹی لے کر ان کی طرف پھینکتا ہے اور کہتا ہے کہ تم لوگ اپنی دنیا کی طرف لوٹ جاؤ اللہ تمہاری میت کو تمہارے دل سے بھلا دے، یہی وجہ ہے کہ لوگ میت کو بھول جاتے ہیں اور وہ دنیا کے کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میت کو نیک لوگوں میں دفن کیا کرو جیسے دنیا میں برے پڑوسیوں سے تکلیف پہنچتی ہے اس طرح مرنے کے بعد بھی برے پڑوسیوں سے تکلیف پہنچتی ہے۔ (مرنے کے بعد کیا ہوگا)

Scanned with CamScanner

ملک کا سیاسی منظر نامہ-ایک جائزہ

ڈاکٹر محمد منظور عالم

حکومت، اقتدار اور دوسروں کو اپنے ماتحت رکھنے کا جذبہ رکھنے والے ہر دور میں موجود رہے ہیں، انسانوں کو غلام بنا کر رکھنے والے ہر دور میں فرعونی نظام اور ہامان و قارون جیسی ذہنیت کو فروغ دینے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے اصولوں اور دستوروں کے مطابق اپنا نظام مرتب کرتے ہیں، جس طرح فرعون نے حکومت واقتدار کو سب کچھ سمجھا، عام انسانون اور بنی اسرائیل کے ساتھ غلاموں جیسا رویہ اپنایا، خود کو خدا سمجھتے ہوئے عوام پر اپنا بنایا ہوا نظام تھوپنے کی کوشش کی۔ ہامان فرعون کا مشیر کار تھا جس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ عقل وذہانت پر اس کے علاوہ کسی کا کوئی حق نہیں ہے وہ فرعون کو جیسا چاہے مشورہ دے اور جس طرح چاہے عوام کے بارے میں فیصلہ صادر کرائے۔ بنی اسرائیل اور فرعون کے درمیان کوئی رابطہ نہ قائم ہونے دے۔ قارون اس وقت کا سب سے بڑا تاجر اور دولت مند شخص تھا، کہا جاتا ہے کہ چالیس اونٹوں پر صرف اس کے خزانے کی چابھی رہا کرتی تھے، اس نے بھی دولت پر صرف اپنا اختیار سمجھ رکھا تھا، اس کا نظریہ تھا کہ دولت کے خالق ہم ہی ہیں، ہمارے علاوہ کسی اور انسان کا دولت پر کوئی حق نہیں ہے۔

ان تینوں کا تذکرہ قرآن کریم اور اسلامی کتابوں کے ساتھ پوری تاریخ میں ہے، ان تینوں نے عوام کا شدید استحصال کیا، غلام بنا کر رکھا، تاریخِ انسانی میں بنی اسرائیل کے ساتھ جو سلوک ہوا، اس کی نظیر معدوم ہے، دوسرے لفظوں میں اس فرعونی نظام کی تشریح ہم یوں کر سکتے ہیں کہ دولت اور اقتدار چند ہاتھوں میں محدود رہے، اپنی زندگی جینے کیلئے تمام لوگ ان کے محتاج رہیں، ان کے پاس کوئی اختیار نہ ہو، وہ اگر آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تو اسے روک دیا جائے، ان کے پر کاٹ دیئے جائیں بلکہ انہیں مزید کمزور کیا جائے، انہیں ہر سطح پر پسماندہ بنا دیا جائے تا کہ وہ ان کے خلاف آواز بلند نہ کر سکیں، ظالمانہ نظام کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی جرأت ان میں باقی نہ رہے عوام کو اس طرح بے دست و پا بنانے کیلئے فرعونی نظام رائج کرنے والے حکمراں انہیں تعلیم سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ عوام کے پاس علم نہ ہو، ان کے پاس کسی طرح کی صلاحیت نہ ہو۔ کیوں کہ علم ایک روشنی ہے، وجود علم کے بعد ذہن و دماغ کی کیفیت بدلتی ہے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، ماحول کا ادراک کرنے کی طاقت ملتی ہے، صاحب علم ونظر ایک بہتر نظام لانے کی کوشش کرتا ہے، ظالمانہ نظام کے خلاف وہ سخت ردعمل اپناتا ہے اور ایسے فرعونوں کے خلاف بغاوت کر کے ان کے مظالم سے عوام کو نجات دلانے کی تحریک چلاتا ہے۔ اپنے اندر اسے کچلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو صحت کی دولت سے محروم رکھا جاتا ہے، جابرانہ نظام اور اقتدار کے لالچی حکمران رعایا اور عوام کیلئے بہتر صحت کا نظام فراہم نہیں کرتے ہیں، ہسپتال اور طبی سہولیات سے ہر ممکن دور رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ماحول کو پرامن نہیں رکھا جاتا ہے، عوام کو آپس میں الجھانے کی کوشش کی جاتی ہے، حکمران طبقہ کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ عوام آپس میں متحد نہ ہو جائے انہیں پرسکون ماحول میسر نہ ہو جائے کیوں کہ جب عوام کے پاس تعلیم نہیں ہوتی ہے، صحت کی دولت سے وہ محروم ہوتے ہیں، ماحول خلفشار اور انتشار کا شکار رہتا ہے، آزادی پر پابندی عائد ہوتی ہے تو ایسے ماحول میں کسی انسان کا ظالمانہ نظام کے خلاف بولنا، آواز اٹھانا اور حکمرانون کے خلاف تحریک چلانا، پبلک کو بیدار کرنا تقریباً ناممکن کے درجے میں ہوتا ہے۔ دنیا آج بہت ترقی کر چکی ہے ہر طرف جمہوریت اور سیکولرزم کے نعرے لگائے جارہے ہیں، فریڈم اور اظہار رائے کی آزادی کی بات کی جارہی ہے، لیکن سچائی یہ ہے کہ آج بھی فرعونی نظام رائج ہے، ارباب اقتدار فرعون، ہامان اور قارون کو ہی اپنا پیشوا مانتے ہوئے عوام کو کچلنے اور دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنے اقتدار کے تحفظ کیلئے تعلیم، صحت، آزادی اور پرامن ماحول پر توجہ نہیں دیتے ہیں۔ اس لئے کل کی طرح آج بھی مضبوط جمہوریت کو فروغ دینے، غریبوں میں تعلیم لانے، انہیں معاشی طور پر مضبوط کرنے، ان کے حوصلوں کو پروان چڑھانے اور ماحول کو سازگار بنانے کی ضرورت ہے اور اس کیلئے خود عوام کو میدان میں آنا ہوگا، انہیں اپنے حقوق کی طلب کیلئے جدو جہد کرنی ہوگی، ارباب اقتدار سے سینہ سپر ہونا ہوگا۔

ہمارا ملک ہندوستان آزادی کے بعد تمام پہلوؤں پر غور کرتا ہوا آرہا ہے، دستور اور آئین میں بھی ہر ممکن کمزورں کو ان کا حق دینے، انہیں پستی سے نکالنے، جہالت دور کرنے، علم کی روشنی سے مالا مال کرنے، غربت کے خاتمہ اور اس طرح کی کوششیں کی گئی ہیں، یہ بات یقینی بنائی گئی کہ یہاں عوام کو مکمل آزادی دی جائے گی، کمزورں، دلتوں، پسماندہ طبقات اور مسلمانوں کے ساتھ کسی طرح کا بھید بھاؤ نہیں رکھا جائے گا، انسانیت کی بنیاد پر سبھی کے ساتھ یکساں سلوک ہوگا، اقتدار، معیشت، تعلیم، صحت، ادب و ثقافت اور تمام امور میں بھی برابری رکھی جائے گی، سبھی کی شراکت ہوگی، اظہار رائے کی مکمل آزادی ہوگی، انہیں زندگی میں کبھی بھی پسماندہ ہونے کا احساس نہیں ہونے دیا جائے گا اور یہی ہونا چاہیے، کیوں کہ فطری اور پیدائشی طور پر سبھی برابر ہیں، ایک انسان کو دوسرے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے، ملک اور سماج میں سبھی انسان یکساں سلوک اور حقوق کے حقدار ہوتے ہیں لیکن المیہ یہ ہے کہ آئین اور دستور میں سب کچھ صراحت ہونے کے باوجود اس کا عملی مظاہرہ نہیں ہو پاتا ہے، کہیں خاندانی اور نسلی نظام حاوی ہے تو کہیں کوئی دولت اور طاقت کی بنیاد پر دوسرے انسانوں کو اپنا غلام سمجھتا ہے۔ امریکہ خود کو جمہوریت کا علمبردار اور سیکولرزم کا خالق سمجھتا ہے لیکن سب سے زیادہ نسلی تفاخر اور خاندانی عصبیت وہیں پائی جاتی ہے، گورے کالے کا رنگ امریکہ میں سب سے زیادہ ہے، علاقائی تعصب، مذہبی تعصب اور اس طرح کی چیزیں جمہوریت کے علمبردار امریکہ پوری دنیا میں پہونچ رہی ہے اور ہر جگہ وہی فرعونی نظام رائج ہے۔ جہاں ایک شخص کے ہاتھوں میں تمام اختیارات ہیں، دوسرے بے بس اور بے سہارا ہیں اور انہیں اتنا بے بس بنا کر رکھا گیا ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے حق کی آواز بھی بلند نہیں کر سکتے ہیں۔ ایسے اوصاف کے حامل تقریباً دنیا کے سبھی مقامات پر ہیں، ہندوستان میں ایک تنظیم کا سربراہ ہے جن کے ہاتھوں میں تمام اختیارات ہیں اور ان کا ایجنڈا ہے کہ پورے ہندوستان کی عوام ان کی ذہنی غلامی کرے، ان کے تھوپے گئے نظام کی پیروی کے علاوہ کوئی اور راستہ نہ بچے۔ اسی مقصد کے حصول اور انسانوں پر غلامی کا خواب شرمندۂ تعبیر کرنے کیلئے یہ لوگ اسلام کو مسلسل ٹارگٹ کرتے ہیں، مذہبِ اسلام کی تعلیمات حاصل کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں، مذہب اسلام میں خامیاں تلاش کرتے ہیں جو لوگ اسلام کے آفاقی پیغام کی نشر و اشاعت کرتے ہیں ان پر بندشیں لگا رہے ہیں، ان کی آواز کو روک رہے ہیں کیوں کہ اسلام کا نظام ان کی راہ میں حائل ہے۔ اسلام مساوات، بھائی چارہ، انصاف اور آزادی کی تعلیم دیتا ہے۔

کامیاب اور باعزت زندگی جینے کیلئے کسی بھی انسان کو ان چار چیزوں کی ضرورت ہے اور یہ صرف مذہبِ اسلام میں ہے۔ قرآنی تعلیمات ان کے مشن اور ناپاک ایجنڈے کے خلاف ہے، قرآن کہتا ہے کہ کسی انسان کو کسی دوسرے انسان پر کوئی برتری اور فوقیت نہیں ہے، عجمی، عربی، گورے کالے، ایشین، یورپین، مالدار غریب، مالک ملازم سبھی برابر ہیں، تمام کو یکساں حقوق حاصل ہے، کسی کو کسی کا آقا بننے اور دوسرے کو غلام بنانے کا اختیار نہیں ہے۔ قرآن کریم کا واضح پیغام ہے کہ اگر کوئی مشرف اور قابلِ تعظیم ہوسکتا ہے، کسی کو کسی پر فوقیت دی جاسکتی ہے تو محض تقوی کی بنیاد پر۔ یعنی علم، صلاحیت اور تقوی ہی فوقیت اور برتری کی وجہ ہے بقیہ کوئی بھی چیزیں برتری کے لائق نہیں ہے۔ اسلام کا یہ نظریہ آفاقی، عالمگیر، انسانیت، اخوت، آزادی، بھائی چارگی، انصاف اور مساوات پر مبنی ہے، اس نظریہ میں کشش ہے۔ اس کی بنیاد پر جو کوئی بھی اسلام کے بارے میں پڑھتا ہے، ریسرچ کرتا ہے، ان عظیم خوبیوں کا علم ہوتا ہے وہ اس کی طرف کھینچا ہوا چلا آتا ہے، اسلام کو اپناتا ہے، دینِ محمدی کی آغوش میں آکر اسے سکون نصیب ہوتا ہے اور پھر یہیں سے اس کا یہ ذہن بنتا ہے کہ یہ دنیا صرف چند لوگوں کیلئے نہیں ہے، انسانی غلامی کا کوئی وجود نہیں ہے، یہاں اقتدار، حکومت اور دولت پر صرف چند لوگوں کا قبضہ درست نہیں ہے کوئی بھی اپنی صلاحیت اور لیاقت کی بنیاد پر اس مقام کو حاصل کر سکتا ہے۔ ہر کسی کو آزادی، انصاف، مساوات اور بھائی چارگی کے ساتھ جینے کا حق ہے۔ اقتدار اور طاقت کو خود تک محدود رکھنے والے اور فرعونی نظام کو اپنے لئے آئیڈیل بنانے والے اسی بنیاد پر اسلام کے خلاف مسلسل ریشہ دوانیاں کر رہے ہیں، اسلامی تعلیمات پر بندشیں عائد کر رہے ہیں، مسلمانوں بالخصوص مسلم اسکالرس اور علماء کو طرح طرح کی اذیتوں سے دو چار کر رہے ہیں۔ اسلام تک رسائی کی ہر کوشش کو ناکام بنا رہے ہیں۔ امریکہ سے لیکر ہندوستان تک اسلام نشانے پر ہے اور اس کا واحد مقصد یہی ہے کہ اسلامی تعلیمات تک کسی کی رسائی نہ ہونے پائے ورنہ ان کی سیاست خطرے میں پڑ جائے گی، اقتدار سے محروم ہوجانے کا اندیشہ ستانے لگے گا، مال و دولت چھن جانے کا خوف ستانا شروع کر دے گا، انسانوں کو غلام سمجھنے، اپنی مرضی مسلط کرنے اور ماتحت رکھنے کا فرعونی نظام مکمل نہیں ہو پائے گا۔ کیوں کہ ان کے یہاں ہر ایک کو انصاف، مساوات، بھائی چارگی اور آزادی حاصل نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ فرعونی نظام کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے کسی قوم اور گروہ کے خلاف تشدد بھڑکانا، تعصب کو جنم دینا، نفرت کی مہم چھیڑنا انسانیت سوز حرکتیں کرنا، جان و مال اور عزت و آبرو سے کھلواڑ کرنا اور یہ سب ہو رہا ہے جہاں تک بات ہے قانون اور آئین کی تو اس کا مقصد کچھ آقاؤں کو خوش رکھنا اور کثیر تعداد کو اپنا ماتحت بنانا تا کہ بظاہر لگے کہ یہ انصاف اور قانون کی بالادستی ہے جبکہ سچائی یہ ہوتی کہ انصاف ملنا انتہائی دشوار ہوتا ہے اور ایک عام آدمی کی رسائی نہیں ہو پاتی ہے، صحیح کہا ہے جس نے بھی کہا ہے کہ عصر حاضر کے نظام میں حصول انصاف کیلئے صبرِ ایوب، عمرِ نوح اور دولت قارون چاہیئے، ہمارا ملک انہیں حالات سے گزر رہا ہے اور یہی عالمی منظر نامہ بھی ہے۔

(بقیہ یادوں کے چراغ)

مولانا کی انفرادیت یہ بھی ہے کہ آپ عالی سند کے حامل محدث تھے، آپ کو حضرت مولانا فخر الدین احمد مرادآبادیؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ اور علامہ عبدالفتاح ابوغدہ جیسے مشاہیر علماء سے روایت حدیث کی اجازت حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ دور دراز سے طالبین علم حدیث آپ کے پاس اجازت حدیث کے لئے آتے۔ آپ نے دار العلوم وقف میں تدریس کی چالیس سالہ مدت میں حدیث، تفسیر، ادب، فقہ اور اصول فقہ کی کتابیں پڑھائیں۔ آپ سے استفادہ کرنے والے طلبا پوری دنیا میں علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کے رشحات قلم سے جو کتابیں منظر عام پر آئیں، وہ یہ ہیں:

(۱) دار العلوم دیو بند کی ایک صدی کا علمی سفرنامہ (۲) دارالعلوم دیو بند اور حکیم الاسلام قاری محمد طیب (۳) امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ (۴) مقالات حکیم الاسلام (۵) خانوادۂ قاسمی اور دار العلوم دیو بند (٦) ازمۃ الخلیج (عربی) (۷) خلیجی بحران اور صدام حسین (۸) درخشاں ستارے؛ میرے اساتذہ، میری درسگاہیں (۹) رمضان المبارک؛ فضائل ومسائل (۱۰) زکوۃ و صدقات: اہمیت وفوائد (۱۱) متعلقات قرآن اور تفاسیر (۱۲) ضمیمہ المنجد عربی اردو (۱۳) جمع الفضائل شرح اردو شمائل ترمذی (۱۴) منہاج الابرار شرح اردو مشکوۃ الآثار (۱۵) جدید عربی میں خط لکھیے (عربی اردو) (۱٦) القراءۃ الراشدہ ترجمہ اردو (تین حصے) (۱۷) ترجمہ مفید الطالبین حضرت الاستاذ مولانا محمد اسلام قاسمی کی اپنی منفرد علمی وادبی دنیا تھی، ان کے اپنے معمولات تھے، وہ علمی افادہ میں کسی بھی طرح کی تمیز کے روادار نہ تھے، ایسے وقت میں جب آن لائن مولوی اور وہاٹس ایپ قلمکاروں کی بھیڑ بڑھتی جا رہی ہے، مولانا کی یاد شدت سے آرہی ہے، پروردگار ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے۔

Scanned with CamScanner

پرانی پارلیمنٹ سے نئی پارلیمنٹ تک کا سفر

معصوم مراد آبادی

گزشتہ دنوں پارلیمنٹ ہاؤس کی لگ بھگ سو برس پرانی بارعب عمارت اس وقت تاریخ کا حصہ بن گئی جب یہاں سے پارلیمانی کام کاج سمیٹ کرنئی پارلیمنٹ میں منتقل کردیا گیا۔نئی پارلیمنٹ وزیراعظم نریندرمودی کا خواب تھا جس پرانھوں نے تقریباایک ہزار کروڑروپے کی خطیررقم خرچ کی ہے۔پارلیمنٹ کاہنگامی اجلاس نئی عمارت میں شروع ہوا،لیکن پرانی عمارت جو اپنے طرزتعمیراورخوبصورتی کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھی،ان لوگوں کی یادوں میں زندہ رہے گی،جنھوں نے یہاں وقت گزارا ہے۔میں بھی ان خوش قسمت صحافیوں میں سے ایک ہوں جنھوں نے اس پرانی عمارت میں برسوں ایک رپورٹر کےطور پرکام کیا ہےاور یہاں کی سرگرمیوں کاقریب سے مشاہدہ کیا ہے۔اتناہی نہیں دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کےاس مندر میں کچھ ایسے تجربات بھی ہوئے ہیں،جنھیں میں یہاں آپ کے ساتھ شیئر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔پارلیمنٹ کی اس 97رسالہ قدیم عمارت میں جس کی تعمیر انگریزوں کے دور حکومت میں ہوئی تھی کئی اعتبار سے منفرداوریکتا ہے۔اس کی گول عمارت لوگوں کواپنی طرف کھینچتی ہےاوراس کے ستون اس کی سربلندی کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ میں سب سے پہلے 1989ء میں اس وقت ایک اخبارنویس کےطور پراس عمارت میں داخل ہوا تھا، جب لوک سبھا میں بھاگلپورفساد پر بڑی بھرپور بحث ہوئی تھی۔یہ پارلیمنٹ کا سرمائی اجلاس تھااور سردی اپنے شباب پرتھی۔یہ بحث کئی گھنٹے چلی اوراس میں اس وقت کے سرکردہ ممبران پارلیمنٹ نے بڑھ چڑھ کرحصہ لیا۔سیدشہاب الدین،ابراہیم سلیمان سیٹھ،غلام محمود بنات والااورصلاح الدین اویسی ان لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے بھاگلپور کی قتل وغارتگری پراحتجاج کیا تھااورلمبی تقریریں کی تھیں۔یہ وہ زمانہ تھاجب پارلیمنٹ کے ممبران کی اکثریت تعلیم یافتہ اور باشعورافراد پرمشتمل تھی اورآج کی طرح پارلیمنٹ میں داغی ممبران کا دبدبہ نہیں تھا۔پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے ارکان اپنی شخصیت اورکردار کے اعتبار سے یکتائے زمانہ تھے۔لوک سبھا میں جہاں تجربہ کاراورجہاں دیدہ قسم کے ممبران ہوا کرتے تھےتو وہیں راجیہ سبھا میں جسے'ہاؤس آف ایلڈرس' بھی کہاجاتا ہے،ایک الگ ہی قسم کی کہکشاں ہوا کرتی تھی۔میں نے ان میں سے اکثرممبران کےانٹرویوز کئے اوران سے بہت کچھ سیکھا۔اس کے برعکس جب میں آج کی پارلیمنٹ کےممبران کودیکھتا ہوں تو بڑی مایوسی ہوتی ہے۔پارلیمنٹ کے دونوں ہی ایوانوں میں بحث کی سطح پست ہوگئی ہے۔نئی پارلیمنٹ بحث کا معیار بلند کرنے میں کتنی کارگرثابت ہوگی،مجھے نہیں معلوم۔

اس سے قبل کہ میں پارلیمنٹ کے مزید تجربات آپ کے ساتھ ساجھا کروں،آیئے اس پرانی عمارت کی تعمیر پر ایک نظرڈالتے ہیں۔اس عمارت کا ڈیزائن برطانوی آرکیٹکٹ ایڈون لٹینس اور ہربرٹ بیکر نے تیار کیا تھا،ان ہی کی نگرانی میں 102برس پہلے اس عمارت کی تعمیر شروع ہوئی تھی،جوسات برس میں مکمل ہوئی۔پارلیمنٹ کی قدیم عمارت میں کام کاج 18رجنوری 1927ءکوشروع ہوا تھا۔یہ وہی عمارت ہے جو برطانوی اقتدار میں ہندوستانیوں کی محدودنمائندگی کی گواہ تھی۔خاص بات یہ ہے،پارلیمنٹ کی اس عمارت میں ہندوستان کا آئین تیارہوا جس کی بنیادسیکولرازم،سوشلزم،مساوات اورانصاف جیسے سنہری اصولوں پررکھی گئی۔آج اگردیکھاجائے توسب سے زیادہ خطرہ ان ہی اصولوں کودرپیش ہے۔نیانظام جمہوریت کا ایک نیاتصور پیش کرنا چاہتا ہے،جو اس کے بنیادی تصور سے قطعی مختلف ہے۔ہمارے آئین سازوں نے اس بات کی خاص کوشش کی تھی کہ سماج میں جولوگ معاشی،سیاسی اورسماجی طور پر پچھڑ گئے ہیں،ان کو برابری کی سطح پر لایا جائے۔ان 75ربرسوں میں کچھ کمزورطبقوں کواس کا فائدہ بھی ہوا ہے،لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔اس ملک میں اقلیتوں کے دستوری حقوق پرجوتلوارلٹکی ہوئی ہے،اس کاازالہ کرنے کی فکرکسی کونہیں ہے۔

برطانوی راج میں امپریل قانون ساز اسمبلی کے طور پراپنا سفرشروع کرنے والی یہ عمارت ہندوستان میں اقتدار کی منتقلی کی گواہ بنی ہے۔دستورسازی کے علاوہ آزادہندوستان کے 14روزرائے اعظم کی قیادت کے عروج وزوال کی بھی کہانی نہیں لکھی گئی۔پارلیمنٹ کی پرانی عمارت نے جن واقعات کواپنے دامن میں سمیٹا، ان میں پہلے وزیراعظم جواہرلال نہروکا 16سال اور 286دن کاطویل ترین دوربھی شامل ہے۔اندراگاندھی کا ملک کی پہلی خاتون کےطور پراقتدارسنبھالنا،مرارجی ڈیسائی کا پہلاغیر کانگریسی وزیراعظم بننا،پھربی جے پی کے پہلے وزیراعظم کےطور پراٹل بہاری باجپئی کا پانچ سال کی مدت پوری کرنا بھی شامل ہے۔17راپریل 1999ءکے وہ ہنگامہ خیزلمحات مجھے آج بھی یاد ہیں جب پارلیمنٹ میں باجپئی سرکارمحض ایک ووٹ کے فرق سے زمیں بوس ہوگئی تھی۔میں نے لوک سبھا میں اس موقع پرہونے والی پوری بحث کا مشاہدہ کیا تھا۔ظاہر ہے یہ وہ دورتھا جب پارلیمنٹ کی کارروائی براہ راست ٹیلی کاسٹ نہیں ہوتی تھی اوراخبارنویس ہی پریس گیلری میں بیٹھ کراسے دیکھ سکتے تھے۔یہ بڑے اعصاب شکن لمحات تھے،جب صرف ایک ووٹ سے باجپئی کی مخلوط حکومت اقتدار سے محروم ہوگئی تھی اور یہ ووٹ تھا سابق مرکزی وزیرپروفیسر سیف الدین سوزکا۔ہوایوں کہ واجپئی کی مخلوط حکومت سے تمل ناڈو کی پارٹی اے آئی اے ڈی ایم کے نے اپنی حمایت واپس لے لی تھی۔اس کے بعد باجپئی کولوک سبھا میں اعتماد کا ووٹ حاصل کرنا تھا۔جب طویل بحث کے بعد ووٹنگ ہوئی تو نیشنل کانفرنس جو باجپئی سرکار کی حمایت کررہی تھی،اس کے ایک رکن پروفیسر سیف الدین سوز نے پارٹی وہپ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے باجپئی کے خلاف ووٹ دیااوراس طرح وہ اقتدار سے محروم ہوگئے۔اپنے اس اکلوتے ووٹ کی وجہ سے پروفیسرسوزہیروبن گئے تھے جوآج کل سری نگر میں آرام کی زندگی بسرکررہے ہیں۔

نئی پارلیمنٹ میں نیا کیا ہے،اس پربھی ہم روشنی ڈالیں گے۔نئی پارلیمنٹ میں لوک سبھا کوقومی پرندے موراور راجیہ سبھا کوکنول کی تھیم پرڈیزائن کیا گیا ہے۔نئی پارلیمنٹ میں 1272 ممبران کے بیٹھنے کی گنجائش ہے۔نئی عمارت کے درمیان میں کانسٹی ٹیوشن ہال ہے،جس کی چھت پراشوک کی لاٹ لگی ہوئی ہے لیکن نئی پارلیمنٹ میں پرانی پارلیمنٹ کی طرح سینٹرل ہال نہیں ہے،جوموجودہ اورسابق ممبران کے علاوہ سینئرصحافیوں کے ملنے جلنے کی بہترین جگہ تھی۔نئی پارلیمنٹ کے ایوان بالا میں 384 ممبران کے بیٹھنے کی جگہ ہے جبکہ پرانے ایوان میں 250 نشستیں تھیں۔اسی طرح ایوان زیریں یعنی لوک سبھا میں پہلے 552 ممبران کی گنجائش تھی جسے نئے ہاؤس میں بڑھاکر 888 کردیا گیا ہے۔نئی پارلیمنٹ کی مجموعی لاگت 971 کروڑروپے ہے جبکہ پچھلی پارلیمنٹ کی تعمیر پرمحض 38لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے۔پرانی پارلیمنٹ کوبنانے میں جہاں چھ سال لگے تھے تو وہیں نئی پارلیمنٹ 21 مہینوں میں بن کرتیار ہوئی ہے۔پرانی پارلیمنٹ کا ایریا 24281 مربع میٹرتھا جبکہ نئی پارلیمنٹ 64500مربع میٹر میں بن کرتیار ہوئی ہے۔نئی پارلیمنٹ میں 900 گاڑیاں پارک کرنے کی گنجائش ہے جبکہ پرانی میں محض 212 گاڑیاں ہی پارک کی جاسکتی تھیں۔

نئی پارلیمنٹ میں کاغذی کارروائی نہیں ہوگی اورسب کچھ ڈیجیٹل ہوگا تاہم سینئرممبران کا کہنا ہے کہ جووقار پرانی عمارت میں تھا،وہ نئی میں نہیں ہے۔

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل (پارامیڈیکل) انسٹی ٹیوٹ

امارت شرعیہ،پھلواری شریف،پٹنہ۔801505

داخلہ نوٹس

امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے زیراہتمام چلنے والے ریاست بہار کےمشہورومعروف اورمعیاری ادارہ مولانا منت اللہ رحمانی پارامیڈیکل انسٹی ٹیوٹ پھلواری شریف پٹنہ میں بہارسرکار کے ذریعہ میڈیکل اورپارا میڈیکل کالجوں کے لیے قائم کردہ جدید سہولیات سے لیس نئی (Bihar University & Helth Science) سے منظورشدہ ڈگری کورسز بیچلرآف میڈیکل لیبوریٹری ٹیکنالوجی (BMLT) اوربیچلرآف فیزیو تھراپی (BPT) میں داخلہ کیلئے خواہش مند امیدواروں سے مجوزہ فارم میں درخواستیں مطلوب ہیں،داخلہ فارم مورخہ 13.09.2023 سے 30.09.2023 تک دستیاب ہیں۔داخلہ انٹرنس ٹیسٹ کی بنیاد پرہوگا۔انٹرنس ٹیسٹ 01.10.2023 روزاتوارکوہوگا۔خواہش مندامیدوار پارامیڈیکل آفس سے -/700روپۓ اداکرکے داخلہ فارم صبح 10:00 بجے سے شام 4:00 بجے تک حاصل کرسکتے ہیں۔فارم جمع کرنے کی آخری تاریخ 30.09.2023 ہے۔واضح ہوکہ یہ کورسز سب سے پہلے مگدھ یونیورسٹی سے منظورشدہ تھے،اس کے بعد آریہ بھٹ نالج یونیورسٹی سے منظوری ملی،لیکن اب بہارسرکار نے پارامیڈیکل کالجوں کے لیے نئی یونیورسٹی Bihar University & Helth Science کے نام سے بنادی ہےاورالحمدللہ ادارہ کواس سے منظوری حاصل ہو چکی ہے۔ڈگری کورسز میں داخلہ کے لیے طلبہ کی تعلیمی لیاقت کم سے کم I. Sc (Physics,Chemistry,Biology&English) ہونا ضروری ہے۔مزید معلومات کے لیے درج ذیل نمبرات پررابطہ کیا جاسکتا ہے۔

فون نمبر: 8873771070,9334338123,9939899930,9905354331

مولانا محمد شمشاد رحمانی نائب امیر شریعت — سید نثار احمد (ایڈمنسٹریٹر) — ڈاکٹر فضیل احمد (پرنسپل)

خانقاہ رحمانی مونگیر میں سالانہ فاتحہ ۲۵/۲۶رنومبر ۲۰۲۳ءکو

قطب دوراں اعلیٰ حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی،قطب عالم حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ،قطب وقت حضرت مولانا لطف اللہ صاحب رحمانی،قطب زماں امیر شریعت حضرت مولانا سیدمنت اللہ صاحب رحمانی اورشیخ وقت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی نوراللہ مرقدہم کی علمی، وروحانی یادگارخانقاہ رحمانی کا سالانہ فاتحہ۲۰۲۳ءمیں ۲۵/۲۶رنومبرروزسنیچر،اتوارکوہوگا۔

اس موقعہ پرعورتیں اور بچے ہرگز نہ آئیں۔۲۳رنومبر سے ۲۸رنومبر تک عورتوں اوربچوں کوبھیڑکی وجہ سے خانقاہ میں داخلہ کی اجازت نہیں ہے۔فاتحہ میں آنے والے۲۵رنومبر۲۰۲۳ءکی صبح تک خانقاہ رحمانی پہونچ جائیں،یہاں آکر اپنا وقت تلاوت قرآن میں لگائیں اور اللہ کی یاد میں مشغول رہیں۔خریداری اور بازار کی سیروتفریح میں وقت ضائع نہ کریں۔

جامعہ رحمانی مونگیر کا عظیم الشان اجلاس دستار بندی ۲۵رنومبر۲۰۲۳ءروزسنیچر

جامعہ رحمانی کا عظیم الشان اجلاس دستاربندی ۲۵رنومبر۲۰۲۳ءکوبعدنمازمغرب ہوگا،علماءاورحفاظ کے سروں پرعلماءاورمشائخ کے ہاتھوں دستارفضیلت باندھی جائے گی۔

اس مبارک موقعہ پرمسلمانوں سے عموماً اوراہل علم،ابنائے قدیم جامعہ رحمانی اورمخلصین ومتوسلین حضرات سے خصوصاً درخواست ہے کہ وہ اجلاس دستاربندی میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہوں،جامعہ رحمانی کی کارکردگی اورترقیوں کواپنی آنکھوں سے دیکھیں،اورعلماءکرام کے مواعظ حسنہ سے فائدہ اٹھائیں،یہ پروگرام عشاءتک ختم ہوجائے گاان شاءاللہ

Scanned with CamScanner

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

کیا ہندوستان میں بزرگ شہری ہونا جرم ہے؟

ریٹائرڈ سرکاری ملازم ہوں یا بزرگ شہری، ہندوستان میں، 70 سال کی عمر کی حد عبور کرنے کے بعد، وہ میڈیکل انشورنس کے لیے نااہل ہو جاتے ہیں، جب کہ انہیں EMI پر کسی قسم کا قرض ملنا بھی بند ہو جاتا ہے۔ حکومت موجودہ ڈرائیونگ لائسنسوں کی تجدید کو بھی روکتی ہے۔ لوگ اسے بڈھا بابا کہہ کر مخاطب کرنے لگتے ہیں۔ جسمانی اور ذہنی طور پر صحت مند ہونے کے باوجود انہیں کوئی کام نہیں دیا جاتا، ایسی حالت میں وہ دوسروں کے محتاج ہو جاتے ہیں اور لوگ کہنے لگتے ہیں کہ بوڑھا ان پر بوجھ ہے۔ اگر دیکھا جائے تو وہ ریٹائرمنٹ کی عمر یعنی 60 سال تک ہر قسم کے ٹیکس، تمام قسم کے انشورنس پریمیم، اور کسی بھی قسم کے قرض پر EMI ادا کرتا تھا۔ لیکن ریٹائرمنٹ کے بعد اور سینئر سٹیزن بننے کے بعد بھی انہیں تمام ٹیکس ادا کرنے پڑتے ہیں اور انہیں ادا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن دیگر سہولیات سے محروم رہنا پڑتا ہے۔ ایک خاتون رکن نے پارلیمنٹ میں ایک بہت اہم مسئلہ اٹھایا تھا، اور بزرگ شہریوں پر نازیبا الفاظ استعمال کئے' کیا ہندوستان میں بزرگ شہری ہوتا جرم ہے؟'' ۔ ہندوستان میں، فی الحال بزرگ شہریوں کے لیے کوئی اسکیم نہیں ہے۔ (پریس رپورٹ)

آئی جی آئی ایم ایس میں مریضوں کو مفت علاج، دوا اور ٹیسٹ

اندرا گاندھی انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز (IGIMS) پٹنہ میں اب مریضوں کے لیے ادویات، ٹیسٹ اور علاج کی سہولیات مفت فراہم کی جائیں گی۔ یہ فیصلہ وزیر اعلیٰ نتیش کمار کی صدارت میں ہوئی ریاستی کابینہ کی میٹنگ میں لیا گیا۔ کابینہ کے ایڈیشنل چیف سکریٹری نے پریس کانفرنس میں بتایا کہ محکمہ صحت کی جانب سے اس فیصلے کا نوٹیفکیشن جاری ہوتے ہی IGIMS میں مفت طبی سہولیات دستیاب ہوں گی۔ اس فیصلے کی روشنی میں ہر قسم کی ادویات، ٹیسٹ اور آپریشن بھی مفت ہوں گے۔ صرف رجسٹریشن فیس وصول کی جائے گی جو کہ 60 روپے مقرر کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ نجی وارڈ اور ڈیلکس وارڈ میں بستر کے چارجز لاگو ہوں گے۔ اس وارڈ میں داخل مریضوں کے لئے ادویات اور ٹیسٹ وغیرہ بھی مفت ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ ایک اندازے کے مطابق حکومت کے اس فیصلے سے سالانہ 60 کروڑ روپے کے اضافی اخراجات ہوں گے۔ لیکن، اس کے بعد بھی اگر اخراجات ہوں گے تو وہ ریاستی حکومت برداشت کرے گی۔ IGIMS اپنی فیس خود وصول کرے گا، جو ریاستی حکومت برداشت کرے گی۔ مریضوں کو نہیں دینا پڑے گا۔ (پریس رپورٹ)

سرکار کا ضمیر جھنجھوڑنا چاہیے: سپریم کورٹ

سپریم کورٹ نے اتر پردیش کے مظفر نگر میں ایک خاص کمیونٹی سے تعلق رکھنے والے ایک اسکول کے طالب علم کو ایک ٹیچر کے حکم پر اس کے ہم جماعت کی جانب سے تھپڑ مارنے کے معاملے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ واقعہ ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔ اس سے حکومت کا ضمیر جھنجھوڑنا چاہیے۔ جسٹس ابھے ایس اوکا اور پنکج متھل کی بنچ نے اتر پردیش میں اسکولوں میں دی جانے والی تعلیم کے معیار پر سنگین سوالات اٹھائے اور اسے ہدایت دی کہ ایک ٹیچر کے اپنے طالب علموں کو ایک مسلم طالب علم کو تھپڑ مارنے کے مبینہ واقعہ کی تحقیقات اور نگرانی کرنے کے لئے ریاستی حکومت انڈین پولیس سروس (آئی پی ایس) افسر کو تعینات کرے گی۔ بنچ نے کہا کہ'' یہ معاملہ معیاری تعلیم سے متعلق ہے، جس میں حساس تعلیم بھی شامل ہے۔ جس طرح یہ ہوا ہے اس سے ریاست کے ضمیر کو جھنجھوڑنا چاہیے۔ بنچ کی طرف سے طالب علم کو دی جانے والی یہ سزا بدترین جسمانی سزا ہو سکتی ہے۔ عدالت نے پہلی نظر میں ریاستی حکومت کو تعلیم کے حق قانون اور طلباء کو جسمانی اور ذہنی طور پر ہراساں کرنے اور مذہب اور ذات پات کی بنیاد پر ان کے ساتھ امتیازی سلوک پر پابندی لگانے والے قواعد کی تعمیل کرنے میں ناکام پایا۔ جسٹس اوکا نے کہا کہ ہم از خود نوٹس لے سکتے ہیں کیونکہ یہ آئین کے آرٹیکل 21 اے (تعلیم کا حق) کی براہ راست خلاف ورزی ہے۔ بنچ نے حکومت کی اس دلیل کو مسترد کر دیا کہ تشار گاندھی کی طرف سے دائر درخواست پر غور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ مہاتما گاندھی کے پڑپوتے ہیں۔ عدالت عظمیٰ نے کیس دائر کرنے میں طویل تاخیر اور طریقہ کار پر بھی شدید اعتراض کیا۔ جب حکومت کی نمائندگی کرتے ہوئے ایڈیشنل سالیسٹر جنرل کے ایم نٹراج نے کہا کہ فرقہ وارانہ پہلو کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔ اس پر بنچ نے ان سے پوچھا کہ یہ بہت سنگین معاملہ ہے۔ استاد نے اپنے مذہب کی وجہ سے بچے کو مارنے کا حکم دیا؟ کیسی تعلیم دی جا رہی ہے؟ بنچ نے نٹراج سے کئی سوالات پوچھے اور کہا کہ ایک سینئر آئی پی ایس افسر کو تحقیقات کی نگرانی کرنے دیں۔ چارج شیٹ کب داخل ہوگی؟ گواہوں اور بچے کو کیا تحفظ دیا جائے گا؟ ہم جاننا چاہتے ہیں۔ مشاورت پیشہ ورانہ ہونی چاہئے۔'' بنچ نے پوچھا کہ'' متاثرہ طالب علم کے والد) نے ایک بیان دیا تھا جس میں الزام لگایا گیا تھا کہ اسے مذہب کی وجہ سے مارا پیٹا گیا ہے۔ مقدمے میں اس الزام کا ذکر نہیں ہے۔ سپریم کورٹ نے یہ بھی نوٹ کیا کہ وقت گزرنے کے بعد 6 ستمبر 2023 کو جووینائل جسٹس ایکٹ 2015 کی دفعہ 75 اور آئی پی سی کی دفعہ 323 اور 503 کے تحت مقدمہ درج کیا گیا۔ سپریم کورٹ نے ریاستی حکومت کو تعمیل رپورٹ داخل کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے کہا کہ ریاست کو اس اہم سوال کا جواب دینا ہوگا۔ (یو این آئی)

برقعہ پہن کر ڈانس کرنے والا غیر مسلم گرفتار

تمل ناڈو کے ویلور ضلع میں گنیش چترتھی شوبھا یاترا میں گذشتہ دن ایک شخص برقعہ پہن کر ناچ رہا تھا جس کے خلاف پولس نے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا الزام لگاتے ہوئے شکایت درج کی اور اسے گرفتار کر لیا۔ بعد میں پردہ فاش ہوا کہ وہ کوئی مسلم خاتون نہیں بلکہ ارون کمار نام کا غیر مسلم شخص ہے جو بیرو تھم پٹو کا باشندہ ہے اور برقعہ پہن کر مسلمانوں کو بدنام کرنا چاہتا تھا۔ (ایجنسی)

جج تقرر میں تاخیر پر سپریم کورٹ ناراض

سپریم کورٹ نے ہائی کورٹ میں ججوں کے تقرر و تبادلہ میں تاخیر پر شدید ناراضگی کا اظہار کیا ہے اور اس سلسلے میں مرکزی حکومت سے 19 اکتوبر تک جواب طلب کیا ہے۔ ججوں کے تقرر اور تبادلہ سے متعلق کالجیم کی 70 سفارشات پر کارروائی میں مرکزی حکومت کی جانب سے مسلسل تاخیر کی جا رہی ہے۔ عدالت عظمیٰ نے مرکز سے پوچھا کہ آخر ان سفارشوں پر اب تک فیصلہ کیوں نہیں کیا گیا۔ عدالت نے یہ بھی تبصرہ کیا کہ وہ پورے معاملے کی نگرانی کر رہی ہے۔ ججوں کے تقرر کے لیے ناموں کو منظوری دینے کیلئے مرکز کی جانب سے تاخیر کا الزام لگانے والی بنگلور وایڈوکیٹ ایسوسی ایشن کی عرضی پر سماعت کر رہی جسٹس سنجے کشن کول اور جسٹس سدھانشو دھولیہ کی بنچ نے یہ باتیں کہیں تو اٹارنی جنرل آر وینکٹ رمنی نے جواب دینے کے لیے ایک ہفتے کی مہلت مانگی جسے قبول کرتے ہوئے جسٹس کول نے کہا ''میں بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اٹارنی جنرل صرف 7 دن مانگ رہے ہیں اس لئے میں خود کو روک رہا ہوں، میں لمبے وقت تک چپ نہیں رہوں گا''۔ (ایجنسی)

طب وصحت

پان: بیماریوں میں آپ کی مدد کر سکتا ہے

پان کے پتے کھانا دل کے لیے فائدہ مند ہے، پان کے پتے بیماریوں میں آپ کی مدد کر سکتے ہیں پان برصغیر پاک و ہند میں قدیم زمانے سے استعمال ہو رہے ہیں، یہ کھانے کے علاوہ دواؤں کے طور پر بھی کام آتے ہیں۔ لوگ اس کو زیادہ تر کتھے، چونے، چھالیہ یا تمباکو کے ساتھ لپیٹ کر کھاتے ہیں۔ کھانے کے بعد، ہم میں سے اکثر میٹھے، سادہ یا مسالہ دار پان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ہم اس قسم کے پان کو شوق کے طور پر کھاتے ہیں۔ لیکن، اگر ہم اس پتی کو چبانے کی عادت ڈال لیں تو یہ ہمارے لیے فائدہ مند ثابت ہوگا۔ پان کے پتوں میں بے شمار خوبیاں پوشیدہ ہیں۔ ہمیں صرف اسے بغیر کسی چونے، کیچو یا ذائقے کے کھانے کی عادت بنانا ہے۔ چقندر کے پتے میں موجود عناصر نظام انہضام، دل کی صحت اور تناؤ سے نجات میں مدد دیتے ہیں۔ لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ کسی اضافی شے کے بغیر پان کے پتوں کا استعمال کتنے طبی فوائد رکھتا ہے؟

پان کے پتے: متعدد تحقیقات کے مطابق ایک پان کے 100 گرام پتوں میں 1.3 مائیکروگرام آئیوڈین، 4.6 مائیکروگرام پوٹاشیئم، وٹامن اے، بی ون، اور دیگر اہم اجزا موجود ہوتے ہیں۔ پان کے پتوں کے طبی فوائد: تحقیق کے مطابق نظامِ ہاضمہ کو بہتر بنانے اور قبض کشا کے اہم خواص پان میں موجود ہیں۔ آیوروید بڑے پیمانے پر قبض سے نجات کے لیے پان کے پتے کھانے کی سفارش کرتا ہے۔ پان کے پتوں کو کچل کر رات بھر پانی میں ڈال دیں۔ آنتوں کی حرکت کو کم کرنے کے لیے صبح خالی پیٹ پانی پی لیں۔

پان کا پتا کھانسی اور نزلہ زکام سے متعلق مسائل کے علاج میں بڑے پیمانے پر مدد کرتا ہے۔ یہ سینے، پھیپھڑوں کی بندش اور دمہ کے مریضوں کے لیے بہترین علاج ہے۔ پتے پر سرسوں کا تیل لگائیں، اسے گرم کریں اور پھر سینے پر رکھیں اس سے یہ مسئلہ ٹھیک ہو سکتا ہے۔ یا آپ چند پتے دو کپ پانی میں الائچی، لونگ اور دارچینی بھی ڈال کر ابال سکتے ہیں۔ اس کو ایک کپ تک کم کر کے دن میں دو سے تین بار پئیں تا کہ بلغم جمنے اور سانس کے مسائل سے بہترین نجات حاصل ہو سکے۔

پان کا پتا دل کے مسائل اور ذیابیطس کو روک سکتا ہے۔ اگر ذیابیطس کے مریض صبح نہار منہ صرف پان کا پتہ کھائیں تو اس سے شوگر قابو کرنے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔ پان کے پتے میں اینٹی آکسیڈنٹس کی بڑی مقدار پائی جاتی ہے۔ بالخصوص ایسے اینٹی آکسیڈنٹس جو معدے میں تیزابیت کم کرتے ہیں۔ پان کے پتے کو دیر تک چبانے سے دل و دماغ کو سکون ملتا ہے اور یوں ذہنی تناؤ کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پان میں فینولک مرکبات ہوتے ہیں جو بدن میں جا کر مزاج کو بہتر بناتے ہیں۔

ہاضمے کو بہتر بناتا ہے: چقندر کے پتے میں موجود خصوصیات ہاضمے کی طاقت کو بڑھاتی ہیں اور قبض کو دور کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ ہضم کے مسائل کو باقاعدگی سے چبانے سے ٹھیک کیا جا سکتا ہے، پان کے پتے کھانا دانتوں اور مسوڑھوں کے لیے فائدہ مند ہے اور سانس کی بو کو دور کرتا ہے۔ یہ دانتوں کو مضبوط کرتا ہے اور دانتوں کی صفائی میں مدد کرتا ہے۔

تناؤ کو کم کرتا ہے: پانی میں موجود اجزاء تناؤ کو کم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ پان کے پتے چبانے سے ذہنی سکون ملتا ہے۔ پانی کے پتے میں موجود مہک کے علاج کے خواص مثبت جذبات پیدا کرتے ہیں جس سے تناؤ کم ہوتا ہے، پان کے پتے کھانا دل کے لیے فائدہ مند ہے، بلڈ پریشر کنٹرول میں رہتا ہے اور امراض قلب کا خطرہ کم ہوتا ہے۔ یہ دل کی صحت کے لیے فائدہ مند ہے۔

وزن کم کرنے میں مددگار: پان میں کیلوریز کم اور پانی زیادہ ہوتا ہے جو وزن کو کنٹرول کرنے میں مدد کرتا ہے۔ پان چبانے سے بھوک کم ہوتی ہے جس سے وزن کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ بیٹل کے پتوں میں موجود اینٹی آکسیڈنٹس اور پولی فینول میٹابولزم کو فروغ دیتے ہیں جو وزن میں کمی کا باعث بنتے ہیں۔

کینسر سے تحفظ: کچھ مطالعات کے مطابق، پان کے پتوں میں کینسر مخالف خصوصیات بھی ہوتی ہیں، جو کینسر سے بچا سکتی ہیں۔ پان میں پائے جانے والے اینٹی آکسیڈنٹس فری ریڈیکلز کو روکتے ہیں جو کینسر کا سبب بنتے ہیں۔ پان کے پتوں میں موجود پولی فینول اور فلیوونائڈز ٹیومر کی افزائش کو روکتے ہیں۔

Volume:63/73,Issue:37 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

اوروں کی ضرورت پر نظر جاتی بھی کیسے
ہم اپنے مفادات کے ملبے میں دبے تھے
(عمران قمر)

میڈیا خود احتسابی سے کام لے

عبید اللہ ناصر

اپوزیشن کے اتحاد 'انڈیا' کی جانب سے 14 اینکروں کے مباحثوں اور دیگر پروگراموں کے بائیکاٹ کو لے کر ملک میں متضاد خیالات سامنے آرہے ہیں۔ مودی دور کی سب سے بڑی صفت یہی رہی ہے کہ پورا سماج ہی نہیں بلکہ خاندان تک دو حصوں میں منقسم ہو گئے ہیں، ایک طبقہ نفرت کی حد تک مودی کا مخالف ہے تو دوسرا طبقہ جنون کی حد تک ان کا حامی ہے۔ میڈیا بھی اس سے مبرا نہیں ہے۔ یہ بات بھی سولہ آنے درست ہے کہ مودی سرکار کا میڈیا مینجمنٹ بے مثال ہے۔ 1975 میں ایمرجنسی کے زمانہ میں جب میڈیا پر پابندیاں عائد کی گئی تھیں، تب کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ حکومت نے میڈیا سے جھکنے کو کہا تھا لیکن میڈیا رینگنے لگی تھی حالانکہ اس زمانہ میں بھی کچھ اخبارات اور صحافی اپنے پیشے کی آبرو بچائے ہوئے تھے، انہوں نے جیل جانا پسند کیا تھا لیکن حکومت کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا تھا، اس فہرست میں اولین نام ممتاز صحافی آنجہانی کلدیپ نیر کا لیا جاتا ہے، کئی اخبارات خاص کر 'انڈین ایکسپریس'، 'دی ہندو' اور 'اسٹیٹس مین' وغیرہ نے بھی جھکنے سے انکار کر دیا تھا، یہاں تک کہ اندرا گاندھی کے اپنے اخبارات 'نیشنل ہیرالڈ گروپ' نے بھی اپنی ناک اونچی ہی رکھی تھی۔ 'قومی آواز' میں ہمارے سینئرز بتاتے تھے کہ کس طرح گروپ کے تینوں اخباروں 'نیشنل ہیرالڈ'، 'قومی آواز' اور 'نوجیون' کے ایڈیٹروں نے طے کر لیا تھا کہ سنجے گاندھی کی خبر اور فوٹو صفحہ اول پر نہیں چھاپا جائے گا یہاں تک کہ سنجے گاندھی کے فوٹو پر مشتمل اشتہار تک ایڈوانس پیمنٹ ملنے پر بھی قبول نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن مودی دور میں ایمرجنسی کا باقاعدہ نفاذ نہ ہوتے ہوئے بھی میڈیا کیا کردار ادا کر رہا ہے، یہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ممتاز صحافی آکار پٹیل نے کچھ چینلوں کی سرخیوں اور مباحثوں کا جائزہ لیتے ہوئے ایک طویل مضمون لکھا کہ کس طرح حکومت کے اشاروں نہیں بلکہ تحریری ہدایت کے تحت متعدد سنگین معاملات جیسے کورونا کی اموات، چین کی دراندازی، نوٹ بندی کے مصائب، مزدوروں کی بھگدڑ وغیرہ پر عوام کی توجہ ہٹانے کے لیے دیگر موضوعات کو یا تو بحث کا حصہ بنایا گیا یا ان معاملات کو لے کر اپوزیشن خاص کر کانگریس کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ دنیا بھر میں کورونا چاہے جس وجہ سے پھیلا ہو، لیکن ہندوستان میں میڈیا نے واویلا مچایا کہ تبلیغی جماعت کے کارکنوں سے پھیلا، یہ بات عوام کے حلق میں اتارنے کے لیے چینلوں نے کیا طوفان بدتمیزی کھڑا کیا تھا، یہ ابھی ہماری یادوں سے معدوم نہیں ہوا ہے۔

گزشتہ 12-13 برسوں سے ہی میڈیا نے اپنا آر ایس ایس حامی چہرہ دکھانا شروع کر دیا تھا، یاد کیجیے 2 جی کوئلہ گھپلہ، ایشین گیمز وغیرہ میں نام نہاد بدعنوانی کو لے کر چینلوں میں کیسے جنونی اور احمقانہ مباحثے ہوتے تھے، حالات یہ ہو گئے تھے کہ بحث میں شریک چند لوگ اگر سچ بات کہتے تھے تو دوسرے دن مباحثوں میں انہیں بلایا ہی نہیں جاتا تھا، حکومت ضرور منموہن سنگھ کی تھی لیکن وہ اس معاملہ میں بے دست و پا لگنے لگی تھی، اس کے بعد انا ہزارے کی تحریک شروع ہوئی جو اوّل دن سے واضح تھی کہ آر ایس ایس کی تحریک ہے مگر چینلوں نے رات دن وہی سب خرافات دکھائیں اور انا ہزارے کو دوسرا گاندھی بنا دیا، جس کا سیاسی فائدہ آر ایس ایس کو ملا اور پہلی بار بی جے پی زبردست اکثریت سے بلا شرکت غیر قابض ہو گئی۔

یہ بھی میڈیا کا ہی کمال تھا کہ نریندر مودی نے آنجہانی بال ٹھاکرے سے ہندو ہردے سمراٹ ہونے کا تمغہ چھین لیا، اس کے بعد تو ایسا لگتا ہے کہ میڈیا خاص کر چینلوں نے اپوزیشن کی سب سے بڑی پارٹی کانگریس، اس کے سب سے بڑے لیڈر راہل گاندھی اور اسلام و مسلمانوں کو بدنام کرنے اور ملک کو فرقہ پرستی کی آگ میں جھونکنے کی سپاری لے رکھی ہے۔ سپریم کورٹ تک ان چینلوں کی بے راہ روی پر ناراضگی ظاہر کر چکا ہے، کچھ اینکروں پر براڈ کاسٹر کی تنظیم جرمانہ بھی عائد کر چکی ہے مگر کسی نے بھی سدھرنے کا نام نہیں لیا۔ ان کی اس مجرمانہ صحافت کے پس پشت حکومت کی مرضی اور مالکان کا دباؤ تو ہے ہی، خود ان کے اندر بھی فرقہ پرستی کا جو زہر بھرا ہے وہ سب ابھر کر ان کے پروگراموں میں سامنے آتا ہے۔

حیرت ہے کہ اینکروں کے بائیکاٹ کو لے کر اپوزیشن کو ہی تنقیدی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ یہ میڈیا کی آزادی پر حملہ ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا مضحکہ خیز الزام سنجیدہ صحافی اور کچھ اینکر بھی لگا رہے ہیں جبکہ سیدھی سی بات ہے کہ یہ نہ ان پر کسی قسم کی پابندی ہے نہ ہی ان پر کسی قسم کی کوئی سختی بلکہ سیدھی سی بات ہے کہ ہم آپ کے پروگراموں میں شریک نہیں ہوں گے۔ کانگریس کے سینئر ترجمان پون کھیڑا نے اسے مہاتما گاندھی کا ترک موالات بتایا ہے۔ ظاہر ہے بی جے پی کو ان اینکروں کی حمایت میں آنا ہی تھا، اس نے ایمرجنسی کی یاد دلاتے ہوئے کانگریس پر میڈیا کا گلا گھونٹنے کا الزام لگا دیا، ٹھیک یہی الزام ان چینلوں کی تنظیم کی جانب سے جاری کیے گئے پریس نوٹ میں بھی دوہرائے گئے ہیں۔ پریس کی آزادی جمہوریت کی بقا کی اولین شرط ہے لیکن کیا ہندوستانی پریس واقعی آزاد ہے؟ کیا اس کی آزادی کا پیمانہ اس کے ذریعہ اپوزیشن کے خلاف چلائی جا رہی اس کی مہم سے لگایا جائے گا یا حکومت سے سوال پوچھنے کی آزادی، حکومت کو ایکسپوز کرنے کی آزادی، عوامی مسائل اٹھانے کی آزادی، عوام کے کھڑے ہونے کی آزادی سے لگایا جائے گا یا پریس کی آزادی کے نام پر ملک کو فرقہ وارانہ آگ میں جھونکنے کی اجازت دی جا سکتی ہے، سماج کو متحد کرنا پریس کا فرض ہے یا منقسم کرنا؟ کبھی پریس کو مستقل مخالف کہا جاتا تھا یعنی سرکار چاہے جس پارٹی کی ہو، اس پر نظر رکھنا، اس کی غلطیوں کو اجاگر کرنا، اس سے سوال پوچھنا میڈیا کا فرض ہوتا ہے مگر اب ہندوستانی میڈیا اپوزیشن سے سوال کرتا ہے اور حکومت کے ایجنڈا کو آگے بڑھاتا ہے۔ ہندی فلم انڈسٹری کبھی سیکولرازم کا مضبوط قلعہ ہوا کرتی تھی، نہ صرف اپنی نجی زندگی میں انڈسٹری کے فنکار اور دیگر ارکان ہر طرح کی تفریق سے بلند تھے بلکہ ان کی فلمیں بھی سماج کو بھائی چارہ، اتحاد اور محبت کا پیغام دیتی تھیں لیکن اب 'کشمیر فائلس' اور 'کیرالہ اسٹوری' جیسی فلمیں بنا کر سماج میں تفرقہ اور نفرت پھیلائی جاتی ہے۔ غنڈے، موالی اور بدعنوان کا کردار مسلمان کا ہوگا اور اس کا خاتمہ کرنے والا افسر ہندو ہوگا، اس طرح مسلمانوں کی ایک منفی امیج بنائی جاتی ہے۔

میڈیا کی اسی چاپلوسی، سرکار پرستی، نفرتی ایجنڈہ اور بے ریڑھ کا ہو جانے کی وجہ سے عالمی رینکنگ میں ہندوستانی میڈیا نچلی ترین سطح پر پہنچ چکا ہے اور اس گراوٹ میں ہر سال اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ آج ہندوستانی میڈیا کی رینکنگ 180 میں 161 ویں مقام پر ہے۔ یہ وہ میڈیا تھا جس نے برٹش سامراج کے چھکے چھڑا دیے تھے، مولوی باقر نے پھانسی قبول کی تھی مگر قلم کا تقدس نہیں مٹنے دیا تھا، جنگ آزادی کے دور میں ہر زبان کے ان گنت صحافیوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، بھکمری کے شکار رہے، پھٹے کپڑوں اور بھوکے پیٹ رہ کر بھی اپنے قلم کو تلوار بنائے رکھا۔ آزادی کے بعد بھی گو کہ کچھ ناپسندیدہ واقعات ہوئے لیکن مجموعی طور سے میڈیا آزاد ہی رہا لیکن اب میڈیا نے جو رخ، رویہ اور طرز عمل اختیار کیا ہے، وہ افسوسناک ہی نہیں، شرمناک ہے۔ تقریباً 35 سال اس پیشے میں رہنے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ ہم کہاں تھے اور کہاں پہنچ گئے۔ اور اب جب اپوزیشن نے اس کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا ہے تو بہتر ہوتا کہ میڈیا خود اپنا محاسبہ کرتا اور سوچتا کہ ملک کے 60 فیصد سے زائد عوام کی نمائندہ جماعتوں کو اس پر عدم اعتماد کیوں ہے؟ اپوزیشن کے اس انتہائی قدم کے باوجود بھی یہ میڈیا اپنا محاسبہ کرنے کے بجائے حکومت اور حکمراں پارٹی کے ایجنڈے کو ہی آگے بڑھا رہا ہے جو ثابت کرتا ہے کہ ان کے بائیکاٹ کا فیصلہ نہ صرف درست ہے بلکہ حق بجانب بھی ہے۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو گئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں ۔ **رابطہ اور واٹس آپ نمبر 9576507798**
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ **www.imaratshariah.com** پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ (**محمد اسعداللہ قاسمی منیجر نقیب**)
WEEK ENDING-02/10/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,
نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421

Scanned with CamScanner